

ماہنامہ
دلچسپ
 1491

مئی 2018ء - مئی 2019ء



ہو لا اے صبا و شہ آسما
 ابد اعلیٰ حیات و حیاتِ خلد



نبی محترم ﷺ

مگر خدائے پاک کی توفیق ہو گی مرمت
 بدرا کہہ سکتے ہیں نعت شاہ عالی مرتبت
 جذب و شوق و سوز و مستی ہیں لوازم نعت کے
 اہلک خوں بھی نعت میں رکھتے ہیں قدر و منزلت
 آپ کی بعثت سے دنیا میں بہاروں کا طلوع
 منبع فیض و عطا ہیں، آپ ختم المرتبت
 آپ کی خاطر بنے ہیں، یہ زمین و آسمان
 ماہ و انجم، نور و نکبت اور جہاں کی حکمت
 زندگی کی شام جن کے دم سے صبح نو نبی
 ہو گئے روشن دو عالم از قدوم مہمت
 آپ کی تحسین کا حق ہو نہیں سکتا ادا
 صاحب خلق عظیم! آپ ہیں معجز صفت
 اک گدائے بے نوا بھی حاضر خدمت ہے آج
 ہو عطا اک جرمہ حسب نبی اور معرفت
 درد مندان جہاں کو مل گیا آخر قرار
 غم کے ماروں کو ملی جاں کی اماں اور عافیت
 حسن اخلاق و مردت، بہترین ٹھہرے اصول
 آپ نے سکھلا دیے انداز عجز و مسکنت
 فاطمہ زہرا ہیں بے شک آپ کی نور نظر
 میری خواہش ہے کہ لکھوں ان کی بھی اک منقبت
 ہے یہی میری تننا، بدرا میری آرزو
 آپ کے در پہ مرہوں، گر ہو اجازت مرمت

ماشتی میں عزت سادات

شہر نور مدینہ شریف میں مرکز الشاعر کے کمرہ 206 میں قیام کے دوران بد قسمتی سے نیلی وین آن کر بیٹھا۔ سکرین پر گیلانی اور اوباما کو ہاتھ ہلا کر یکجا کیتوں اور وفاؤں کا اظہار کرتے ہوئے دیکھا۔ طبیعت خراب ہوئی، دونوں کے آباء و اجداد یاد آئے، ایک کے اسلاف میں غیور مسلمان تھے اور دوسرا تو شہنشاہ بغداد کا لاڈلا ٹھہرا۔ میں ابھی ماضی ہی میں کھوا ہوا تھا، اتنی لیکن دقیقہ دان نبی کے انقلابات ذہن دل میں گھوم رہے تھے۔ سوچ رہا تھا نظام عالم کو قائم کئے ہوئے بے شمار مدت گذر چکی ہے لیکن علم و ادب کے جو مفہومات آقا ﷺ نے سکھائے تھے آج تک قومیں ان سے بیگانہ بنی ہوئی ہیں۔ اچانک یہ خیر جلتی لفظوں کے ساتھ ٹی وی پر چلی ”پاکستان میں ہفت روزہ دو چٹھیاں کر دی گئیں۔“ بھی گھڑیاں آگے کرنے کا ڈرامہ اپنی نحوستوں کو سمیٹ نہیں پایا تھا کہ چٹھیوں کا کھیل رچا دیا گیا۔ اس بات کا اعتراف ہے کہ زمانہ بدل گیا ہے، اہل زمانہ کی طبیعتیں بدلی ہوئی ہیں، روحانیت کی جگہ مادیت نے لے لی ہے، تیزی کے ساتھ مشرف کی بساط پلیٹ کر مغرب کی ٹھاٹھ جمانے کی کوشش ہو رہی ہے، لیکن ہم کیا کریں ہماری بوسیدہ سوچیں ابھی تک اسی محور پر گھوم رہی ہیں۔ قدریں بدل جاتی ہیں خون کو تو نہیں بدلنا چاہیے۔

”اب میں گیلانی صاحب کو کیسے سمجھاؤں کہ جن لوگوں نے مغرب کے فلسفے گڑھے ہیں وہ تمہارے آباء و اجداد کے علم سے خوش چینی کرنے والے تھے۔ نالائسا تمہارے غزالی صاحب کا نام ادب سے لیتا ہے۔ گاندھی کہتا تھا قانون کا ایک آسان ہے اور وہ حضور ﷺ کے کندھوں پر قائم ہے۔ براؤن اور نطلسن نے کہا تھا دنیا کی ترقی کے لئے محمد ﷺ کے دیئے ہوئے علم کی مرہون منت ہے۔ کارلائل اور گوٹے تمہاری جد کی مدحت میں رطب اللسان تھے۔“

گیلانی صاحب آپ کدھر کھو گئے ہیں، کن لوگوں میں الجھ گئے، کیسے لوگوں نے آپ کو بنی ظلمتوں میں گھیر لیا ہے۔ لگتا ہے ملک کو ٹھیکے پر وہ لوگ دینے کی تیاری کر رہے ہیں۔ منڈیاں سرد پڑ رہی ہیں۔ پولیس

غریب عوام کو سیدھی گولیاں مار رہی ہے۔ چھٹیوں کے نظام نے تعلیم کو درہم برہم کر دیا۔ مغرب میں ہفتہ اور اتوار کی چھٹیوں کا فلسفہ تمہیں بتاتا چلوں بجلی کے بل بچانے کے لئے نہیں ہے بلکہ ہفتہ یہودیوں کا مذہبی دن ہے اور اتوار عیسائیوں کا مذہبی دن ہے۔ ان کے ہاں دونوں دنوں کے تقدس کا احترام شامل ہے۔ ہمارے ہاں تو جمعہ عبادت کا دن تھا لیکن وہ دنوں والوں کی دیدہ دلیریوں اور سین زوریوں کا شکار ہو گیا ہے۔ بجلی کا بحران حل کرنے کے لئے تو تین دن کی چھٹیاں کرتے۔ واللہ! یہاں آپ کے اعلان کے بعد مدینہ شریف میں ایک صاحب کہہ رہے تھے ملک میں چھ ماہ کی مکمل تعطیل کر دیں، شاید بجلی کا بحران ختم ہو جائے۔

محترم!

نفس انسانی تین چیزوں سے مرکب ہے:

ایک عقل ہے

دوسرے جذبات اور احساسات ہیں

اور تیسرا پختہ ارادوں کے ساتھ سعی و عمل ہے

قوم کو بحران سے نکالنے کے لئے سیاست دانوں کو انہی تین چیزوں کا ادراک اور اہتمام کرنا چاہیے۔

لگتا ایسے ہے کہ مدہوشیوں نے عقل کو بُری طرح سُلا دیا ہے۔ عقل سے خالی دماغ

رکھنے والے لوگ اگر پارلیمنٹ میں بیٹھ جائیں تو طاقت اور قوت رکھنے والے ادارے خود بخود مسلط ہو جایا کرتے ہیں۔

جہاں سے سیاسی غلطیاں ہو رہی ہیں اصلاح کا عمل وہاں شروع ہونا چاہئے۔

قرآن حکیم کا ارشاد گرامی ہے:

فَلَا تَطِيعُ الْكُفْرُ بَيْنَ

وَدُّوْا لَوْ تَدْرٰہِنُ

فَیْدٰہُنُوْنَ ① (القلم: 9,8)

تو آپ تکذیب کرنے والوں کی اطاعت نہ فرمانا

وہ تو دل سے چاہتے ہیں کہ آپ کسی طرح نرم پڑ جائیں

تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔

ن والوں کو بھی میم محمد والے کا راستہ بتاؤں گا۔ انہیں بھی ن، والقلم کا راز جاننا چاہیے۔

لفظ نون والوں کے لئے میم کا دستور یہ ہے:

وَلَا تَطِيعُ كُلَّ حَلَّافٍ

مُہِنٍ ①

ہَمَّازٍ

مَشَّاءٍ بِسَمٍ ①

مَتَّاعٍ لِّلْخَبْرِ مُعْتَدٍ اَیْمٍ ①

عُتْبٍ بَعْدَ ذٰلِكَ رَنِّیْمٍ ① اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَہِنِیْنٍ ①

”اور بات نہ ماننا اس شخص کی جو بہت زیادہ قسمیں کرنے والا ذلیل ہے

عز میں کھیرنے والا

لگانے بھانے میں منہمک فتنہ پرور

نیکی سے بڑھ چڑھ کر منع کرنے والا

سرکش، گناہ گار، بد مزاج اس پر مستزاد نطفہ حرام

صرف اس لئے کہ وہ مال و دولت اور بیٹے رکھتا ہے۔“ (القلم: 10-14)

مال سازی، زرداری اور زرگیشی کے چکر میں اپنی قوم اور ملت کی کمر نہ توڑیں۔ عقل خدا داد اور سوچ و تیز مسائل کی دلدل سے نکالنے میں مدد کر سکتی ہیں۔

انسانی ذات کی تکمیل میں دوسرا عنصر جذبات اور احساسات کا ہے۔

صاحب ارادہ شخص کبھی کمزور نہیں ہوتا وہ مخالفتوں کے جھوم میں گھبرا تا نہیں۔ اس کی قوت ارادی مستحکم نتائج اور ثمرات عطا کرتی ہے اور ارادت جذبات اور احساسات ہی کا معجزہ اور کرامت ہوا کرتی ہے۔

ہمارے سیاست دانوں کو شیرازہ بند ہو کر بحران سے نکلنے کا فارمولا اختیار کرنا چاہیے۔ گیلانی صاحب میں اہلیت موجود ہے کہ وہ اپنے خوبصورت خون کو قومی اور ملی خدمت کے لئے وقف کریں۔ قوم کو آمادہ اور یک آواز کر کے ہر روز صرف دو گھنٹے کے لئے مکمل بلیک آؤٹ کریں۔ بجلی کی کمی کا مقابلہ یہ قوم اپنے زندہ جذبات سے کر سکتی ہے لیکن ہر گھنٹے پینٹرے بدل

بدل کر صنعتیں، بازار اور کاروبار تباہ کرنا دانائی نہیں۔ قوم کو سیاست دانوں نے جہاں پہنچا دیا ہے کوئی ریفاہ مرہی اُسے ظلمتوں کے گرداب سے نکال سکتا ہے۔ جھوٹ کے ڈبوں میں مکر کا دودھ پینے والے اہل سیاست جو کہیں ہیں صرف وہی

قوم کو منزل نہیں دے سکتے۔ اس عظیم کام کے لئے اہل صدق و صفا چاہئیں۔ قائد اعظم کی فکر کو ذبح کرنے والے قائد اعظم کے ملک کی حفاظت کیسے کریں گے۔ طرفہ تماشہ تو یہ کہ فال الف جیم سب ہمارے قومی ہیرو بن گئے ہیں۔

تیسری چیز سچی و عمل اور جہد مسلسل ہے۔ قومی ترقی کے لئے ہمیں ریاکارانہ بلکہ منافقانہ کلچر ختم کرنا ہو گا۔ ہمارے سیاست دان قوم کے سامنے جھوٹ بولتے ہیں اور اس طرح سچی و عمل کا تعامل سست پڑتا ہے۔

قومی لیڈر کو اپنی ملت کو اعتماد میں لے کر اب الف سے اللہ شروع کر دینا چاہیے۔ بعض پڑوسی ممالک کی طرح ہم بہت کم وقت میں سب قوموں سے آگے نکل سکتے ہیں، لیکن یہ عظیم کام زرداری کی زیر قیادت نہیں ہو سکتا۔ گیلانی صاحب بھی اپنے

بڑوں کے سائے میں کام شروع کر دیں تو برکت ہی برکت ہوگی۔ اس طرح کا نذی یوسف حقیقی یوسف بن جائے گا، وگرنہ شاہ جی آپ کو استعفیٰ دے دینا چاہیے۔ آپ اور ہم اکٹھے آپ کے بزرگوں کا عرس منائیں گے۔ مردوں کی مسیحائی کے لئے

یہ راستہ بھی اچھا ہے۔

دعاؤں کا طالب

سید عابد حسین

سید ریاض حسین شاہ

قرآن مجید کی یہ سورت رسول انور ﷺ کے مبارک دل پر مکی زندگی کے اوائل میں نازل ہوئی۔ مضافین سورت سے اچھی طرح اندازہ ہوتا ہے کہ سورہ نبا کے بعد یہی سورت سب سے پہلے نازل ہوئی۔ اس سورت کے فضائل میں علامہ اسماعیل حنفی نے روح البیان میں ایک حدیث نقل کی ہے:

”جو شخص سورہ ”نازعات“ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے قبر اور قیامت میں اتنی ہی دیر ٹھہرانے کا جتنی دیر اس نے فرض نماز ادا کی یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے۔“

سورہ ”نازعات“ کی تلاوت کرنے والا شخص برزخ اور قیامت ہر دو مقام پر عزت، بکرم اور کرامت کے ساتھ سرفراز ہوگا۔

اس سورت کے امتیازات میں سب سے اہم چیز اس سورت کا اسلوب، طرز، لہجہ اور اندازِ بیاں ہے۔ ابتدا میں پانچ قسمیں ہیں جو نزول قرآن کی فضا کو یقین سے بھر دیتی ہیں اور قیامت تک کتاب رحمت سننے والی سائق قوتوں کے کانوں پر دستک دیتی ہیں۔ سورت کی آیات میں لگتا ہے مضافین کے ساتھ کیفیات بھی نازل ہوئیں۔ آناز میں وارد ہونے والی آیتوں کی تلاوت کے ساتھ یہ سورت روح کے اخروی سفر کا منظر نامہ بن جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ سورت آخرت کے شعور کو بہت اہمیت کے ساتھ پیش کرتی ہے۔

سورہ نازعات کا معنوی درو بست دیکھ کر یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ آخرت کا وقوع اور برزخ کی واقعیت ایک فیصلہ کن چیز ہے جسے رد نہیں کیا جاسکتا۔

سورت میں بیان کردہ قسموں کا مطالعہ اپنے غموض کے ساتھ قاری قرآن کو دادی حیرت میں اتار دیتا ہے۔ نزع کی کیفیات تھوڑی دیر کے لئے سانسوں کو اوپر چبھ کر دیتی ہیں۔ ابھی یہ نزع سے پہلے نزع کی حالت ختم نہیں ہوتی تو قیامت کا منظر سامنے آ جاتا ہے۔ کسی کو اٹھا کر عزت سے سرفراز کر دینے والا اور کسی کو ذلیل کر کے پٹخ دینے والا دل گداز لہجہ نفس کو ابھی مڑ ہی رہا ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کی یہ طاقت اور سورت مکذبین میں سے ایک شخص کی عبرت آفریں تاریخ بیان کرنا شروع کر دیتی ہے لیکن حکایت میں قرآنی لہجہ فرعون اور فرعونیت دونوں کی مذمت کرتا ہے لیکن موسوی کردار کی روشنی مدھم دکھائی نہیں دیتی اور یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ جب وہ ذلتوں کی تاریخ بیان کرتا ہے اس تاریخ کا ہر حصہ ظلمتوں اور ذلتوں میں ڈوبا ہوا دکھائی دیتا ہے اور قرآن جب عزتوں کی درخشندہ تاریخ حروف و کلمات میں سموتا ہے تو اس تابناک تاریخ کا ایک ایک حصہ آفتاب سے زیادہ سنور دکھائی دیتا ہے۔

واقعاتی نساج کے فوراً بعد قرآن حکیم حیرت میں مبتلا کر دینے والی تکنیکی حقیقتوں کو بیان کرتا ہے اور استدلال یہ کیا جاتا ہے کہ عظیم آسمان، لیل و نہار کارا زروں رکھنے والا نظام کبھی روشنی کبھی اندھیرا، پانی اور پھاڑ، کیا ان نظاموں کی تخلیق ہماری کام ہے یا چھوٹے سے انسان کو پھر سے پیدا کر دینا شدید تر ہے، سورت کا یہ حصہ یقین آفرینی کی انتہائی موثر دعوت ہے۔

سورہ نازعات ”بڑی مصیبت“ کی سچھ تفصیل بیان کر کے فوراً ایک سوال نامہ بن جاتی ہے یعنی کفار بار بار پوچھتے ہیں اگر قیامت آئی ہے تو آپ اس کی تاریخ تو بتادیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخر میں اس بات کی وضاحت کر دی کہ حکمت الہی کا تقاضا یہی ہے کہ اس زردون کو قتل از وقت افشاں کیا جائے۔ باقی رہے میرے حبیب تو ان کا فریضہ صرف اتنا ہے کہ وہ اس دن کی حقیقتوں اور کیفیتوں سے ڈراتے ہیں۔ ممکن ہے کس کے پلے بات پڑ جائے اور وہ اپنے نفس کو گندگیوں سے دھو لے اور اللہ کی طرف اپنا راستہ بنا لے۔

وَاللَّيْلُ طَغَتْ سَحَابَهَا

”قسم ہے ان فرشتوں کی جو ڈوب کر رو جس فوج لیتے ہیں۔“

سورت پے در پے قسموں سے شروع ہوتی ہے۔ قاری قرآن کی زندگی میں فہم و ذکا کی لہر پیدا کرنے کے لئے پہلی قسم ان فرشتوں کی ہے جو موت کے وقت روجوں کو تختی سے کھینچتے ہیں۔ نازعات نزع سے مشتق ہے جس کا معنی کسی چیز کو تختی اور شدت کے ساتھ کھینچ کر نکالنے کے ہوتے ہیں اور غرہ اس کی تاکید ہے۔ اس لفظ کا اسامی اور وضعی معنی اپنی قوت کو شدت کے ساتھ خرچ کرنے کا ہوتا ہے۔ عربوں میں یہ بات مشہور ہے۔ اغرق النازع فی القوم یعنی کمان کھینچنے والے نے اسے کھینچنے میں اپنی پوری طاقت خرچ کر دی۔

قرآن مجید قیامت تک کا روقی سفر بیان کرنے کے لئے سب سے پہلے بدن سے روح کے نکلنے کا منظر بیان کرتا ہے اور وہ بھی کافروں کی رواج جس طرح بدنوں سے نوحی جاگم کی وہ کیفیت بیان کی جاتی ہے کہ فرشتے بدن میں ڈوب کر روجوں کو نوپتے کھینچتے ہیں پھر بند کھول دیے جاتے ہیں اور پھر انہیں جہنم میں ڈوبا جاتا ہے۔

فرشتوں کی قسم اس مناسبت سے لکھی گئی ہے کہ قیامت کے روز جب مادی رشتے اور علائق ٹوٹ جائیں گے اور غیر معمولی قسم کے

واقعات رونما ہوں گے اور گرفت، گیر کا یہ سارا کام اللہ تعالیٰ فرشتوں ہی سے لے گا۔ (1)

ابو منصور ماتریدی اور ابن کثیر نے آیت کا معنی و مفہوم موت بھی بیان کیا ہے۔ بعض مفسرین نے پہلی دونوں آیتوں سے مراد ستارے لئے ہیں اور بعض کے نزدیک جنگجو مجاہدین ہیں لیکن جمہور مفسرین نے آیت کا مفہوم فرشتے ہی لئے ہیں۔ (2)

جن مفسرین نے آسمانی ستارے مفہوم تفسیر میں بیان کئے ہیں ممکن ہے ان کی مراد یہ ہو کہ ایک افق سے ستاروں کو نونچ کر دوسرے افق کی طرف انہیں روانہ کر دینا، پھر کچھ ستاروں کا دھیرے دھیرے چلنا اور کچھ کا تیزی سے روانہ ہو جانا۔ مچھلیاں جیسے سمندر میں تیرتی ہیں ایسے ہی یہ ستارے فضاؤں میں تیرتے ہیں، دوڑتے ہیں، اچھلتے ہیں، شاہاب ثاقب بن کر برستے ہیں۔ کبھی پھسلتے ہیں اور کبھی سینٹے ہیں اور ان کے جذبات و افعال کا اثر زمینی زندگی پر بھی پڑتا ہے اور اگر یہ اشارہ مجاہدین کی طرف ہو تو وہ جس طرح شعلہ برق بن کر اعدائے دین کے خرمن پر پڑتے ہیں ان کی شان و یکمنے والی ہوتی ہے۔ ان میں ایک دوسرے پر سبقت بھی ہوتی ہے اور جنگلی امور کی تدبیر بھی ہوتی ہے۔ (3)

وَالْفِیْضَاتُ یَنْشُطْنَ ۝

”اور ان فرشتوں کی جوڑی سے جان کے بند کھول دیتے ہیں۔“

نشط کا معنی ہوتا ہے کسی جگہ سے نکل جانا، بندھن کھول دینا۔ اگر کسی مشک یا ظرف میں ہو یا پانی ہو اور اس کا بندھن کھول دیا جائے تو پانی اور ہوا آسانی سے باہر نکل جاتے ہیں۔ ناشط اس قیل کو کہتے ہیں جو بغیر روک ٹوک ایک علاقے سے دوسرے علاقے کی طرف چلا جائے۔ ناشط وہ گمراہ ہوتی ہے جو آسانی کے ساتھ کھل جائے۔ اسی طرح ناشط ایک خاص کیفیت کا نام ہے جس میں انسان مستعد اور سرور ہوتا ہے اس لئے اس لفظ کا معنی خوش ہونا بھی لکھا گیا ہے۔ ابن فارس نے تو جھوم جانا بھی اس لفظ کا معنی نقل کیا ہے۔

ممکن ہے قرآن حکیم نے اس آیت میں ستاروں کی باہمی کشش مراد لی ہو اس لئے کہ وہ آسانی سے ادھر ادھر متحرک ہونے کے ساتھ چنی کشش کو قائم رکھتے ہیں گویا ان کی گرہیں کھلی ہوتی ہیں، تیز رفتاری بھی ہے، اور نظم و ضبط کی پابندی بھی ہے۔ (4)

جن مفسرین نے ان آیات کا مصداق مجاہدین کو ظہرایا ہے وہ بھی غلط نہیں اس لئے کہ جہاد تو استعداد، نظم و ضبط، پائمنڈا اور چھینٹا اور تیزی سے رواں ہونے کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ (5)

لیکن آیت کا اصل مصداق وہی ہے جو جمہور مفسرین نے نقل کیا ہے کہ یہاں ان فرشتوں کی قسم کی گئی ہے جو مومنین کی رو میں قبض کرتے

وقت آسانی اور نشاط کے پہلو کو غالب رکھتے ہیں۔

پیر کرم شاہ الازہری نے خوب لکھا:

کہ فرشتے جب مومن کی روح قبض کرنے کے لئے آتے ہیں وہ روح پہلے ہی محبوب حقیقی کے وصال کے لئے بے تاب ہوتی ہے اور

س گھڑی کا بے چینی سے انتظار کر رہی ہوتی ہے جب نفس جسم سے استاذان رہائی ملے۔ (6)

مومن کو قبض روح کے وقت کوئی تکلیف نہیں ہوتی علامہ اسماعیل حقی نے لکھا:

”یہاں آسانی سے مراد روحانی آسانی ہے اگر کسی صانع شخص کو نزاع کے وقت تکلیف میں دیکھیں تو ہرگز اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ

اسے روحانی طور پر تکلیف ہو رہی ہے اور نہ ہی کا فر کو موت کے وقت آسانی میں دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ روحانی اعتبار سے بھی پر

نشاط ہے۔“ (7)

ایک مفسر نے یہ بات اچھی لکھی ہے کہ کافر کو نزاع کے وقت ہی سے برزخ کا عذاب سامنے آ جاتا ہے۔ اس کی روح اس سے گھبرا

کر بدن میں چھپنا چاہتی ہے اور فرشتے اسے کھینچ کر باہر نکالنا چاہتے ہیں جبکہ مومن کی روح کے سامنے عالم برزخ کا ثواب، نعمتیں اور

بشارتیں آتی ہیں تو اس کی روح تیزی سے ان کی طرف جاتی ہے۔ واللہ اعلم (8)

وَالسَّيْبِطُ سَبَّحًا ۝

”قسم ہے ان فرشتوں کی جو چیزیں اور قوت سے گھومتے ہیں۔“

سبحو حہ عربی زبان میں کشتی کو کہتے ہیں۔ (9) سبح کا مفہوم ہوتا ہے ”تیرنا“۔ آبی جہاز اور کشتیاں جب دریاؤں اور سمندروں میں

رواں ہوتی ہیں تو رادوں میں کوئی آڑ پہاڑ نہیں ہوتا اس لئے تیزی اور سرعت کے ساتھ منزل مقصود کی طرف بڑھتی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

ارشاد فرمایا کہ یہاں مراد موت کے فرشتے ہیں جو رو میں قبض کرنے کے بعد تیزی سے آسمان کی طرف انہیں لے جاتے ہیں۔ (10)

مجاہد نے کہا کہ سباحات سے دو مقام فرشتے مراد ہیں جو کوئی امور میں تیزی سے آسمان کی طرف سے زمین پر اترتے ہیں تاکہ اللہ

بعض بزرگوں نے مسابحات سے مراد مجاہدین کے گھوڑے لئے ہیں (12)
 قیادہ اور حضرت حسن بصریؒ کے نزدیک مسابحات وہ ستارے ہیں جو اخلاک میں تیر رہے ہیں۔
 ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (سورہ یس: 40)

”اور ہر ایک اپنے مدار میں تیر رہا ہے۔“

حضرت عطاء نے پانی میں چلنے والی کشتیاں مروی ہے۔ (13)

حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے:

”سابحات سے مراد مومنوں کی روئیں ہیں جو محبت الہیہ میں ڈوب کر شوقِ لقاء کے ساتھ بدن سے پرواز کرتی ہیں۔“ (14)

قَالَسُبْحَتِ سَبَقًا

”پھر ان فرشتوں کی قسم جو آگے بڑھ کر تاپہ مقصد پہنچ جاتے ہیں۔“

سابحات سبقت کے مادہ سے ہے اور اس کا مفہوم اور معنی ہوتا ہے آگے نکل جانا (15) حضرت علیؓ، مجاہد، ابوصالح، مسروق اور حضرت حسن بصریؒ نے مسابحات سے مراد فرشتے ہی لئے ہیں جو روحوں کو قبض کرنے کے بعد بڑی تیزی سے آگے بڑھتے ہیں اور روحوں کو ان کے اچھے یا بُرے ٹھکانہ تک پہنچا دیتے ہیں (16) معنی یہ ہے کہ اللہ کا حکم ملے ہی ہر فرشتہ تعمیل کے لئے دوڑ پڑتا ہے تاکہ اطاعت میں وہ سب پر سبقت لے جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں وہ کارکن فرشتے مراد ہوں جو تکوین و ارشاد کا کام نبھاتے ہیں اللہ کی طرف سے مامور نہیں۔ امام نسفی نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان فرمایا ہے۔ (17) البتہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس سے مراد مومنوں کی وہ مشتاق روئیں لیتے تھے جو خود ہی فرشتوں کی طرف آگے لپک کر کہتیں کہ اللہ کے حکم پر ہم خود ہی حاضر ہیں (18)

قَالَمَذَبُوتٌ أَمْزًا

”پھر حکم کے مطابق تدبیر کرتے ہیں۔“

تدبیر کرنے والے فرشتے یا تو مراد یہ ہے کہ جس روح کے لئے آرام کا بندوبست کرنا ہے اس کے آرام کی تدبیر کرنا ہے اور جسے عذاب و تکلیف میں ڈالنے کا حکم ہو اس کے وہ انتظام کرنا اور یا پھر اس سے مراد انکو بنی فرائض سرانجام دینے والے فرشتے مراد ہیں (19)
 علامہ آلوسی نے روح المعانی اور ابو نعیم حنفی نے تاویلات اہل سنت میں ان قسموں کی مراد متعین کرتے ہوئے یہ بھی لکھا کہ ان سے مراد کامل مومنوں کی ارواح فاضلہ ہیں۔ وہ عظیم اور لطیف روئیں جب جسم کے قالب میں ہوتی ہیں تو مرنے سے پہلے گویا اپنے جسم کی سواری سے کھینچی رہتی ہیں۔ جب حکمِ لقاء آتا ہے تو شوق سے بدن سے عالمِ نشاط میں باہر آ جاتی ہیں۔ وہ خوشیوں اور مسرتوں میں ڈوبتی ہوئی طہین کی طرف تیرتی ہوئی تیزی سے بڑھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں پھر یہ شرف اور عزت عطا ہوتی ہے کہ وہ ”مدرسات“ میں شامل ہو جاتی ہیں۔ جیسے فرشتوں کو کوئی معاملت کی انجام دہی سپرد کی جاتی ہے ایسے ہی یہ ارواح فاضلہ اللہ کی طرف سے مختلف امور کی تدبیر کرتی ہیں (20) ان روحوں کے قالبِ جسم جن قبروں میں مدفون ہوتے ہیں وہاں زیارت کے لئے آنے والوں پر بھی ان کی برکات و آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

يَسْتَعِزُّ جُفَا جُفَا تَتَّبِعُهَا الرَّادِفَةُ

”جس روز تھر تھرانے والی لرز جائے گی، ساتھ رہنے والی اس کے پیچھے ہی آ پیچھے گی۔“

علمائے تفسیر نے لکھا کہ پانچ قسموں کے بعد وہ بات حذف کر دی گئی جس پر قسم لگی اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہی آیات میں مقسم بہ وجود ہو یعنی قسم اس بات پر کی گئی ہے کہ قیامت ضرور آئے گی، تمہیں پھر سے زندہ کیا جائے گا اور وقوعِ قیامت کی کیفیت یہ ہوگی کہ کائنات میں زور و جارحانہ پڑیں گے۔ ایک راجفہ ہوگا اور دوسرا رادفہ ہوگا۔ پہلا جھٹکا پہلی مرتبہ پھونکنے سے پھا ہوگا جس سے ہر چیز پر تباہی چھا جائے گی و دوسرا جھٹکا دوسری مرتبہ پھونکنے سے پھا ہوگا جس کے بعد تمام مردے زندہ ہو کر زمین سے ٹکل آئیں گے۔ یہ تفسیر ابن عباسؓ بیان فرمایا کرتے تھے۔ مجاہد، حسن، قتادہ اور ضحاک نے اسی کو روایت کیا۔ (21)

ابن کثیر نے یہ بھی لکھا کہ لرزش، ڈرلے اور جھٹکے سے زمین اور پہاڑوں کو گویا کوفتہ بنا دیا جائے گا (22) ابن عربی نے لکھا کہ اس

خطر اب کی وجہ سے جسموں پر پہلے کچکی طاری ہوگی اور پھر جان نکل جائے گی اور دوسرے جھٹکے سے دوبارہ جسموں میں رون ڈال کر زندگی کا جامہ پہنا دیا جائے گا۔ (اجفہ اور رادفہ دونوں کے درمیان چالیس سال کا عرصہ ہوگا۔) (23)

ابن زید نے کہا کہ راجفہ سے مراد زمین ہے اور رادفہ سے مراد قیامت ہے، یعنی راجفہ زمین کا شق ہوتا ہے اور رادفہ سے مراد اللہ رب العالمین کے حضور حاضر ہونے کا سامان پیدا ہو جانا۔ (24)

علا بن ابی ریان کے نزدیک راجفہ قیامت ہے اور رادفہ زندہ ہو کر اٹھنا ہے۔ (25)

خطیب شربی نے لکھا ہے راجفہ سخت اور تیز آواز کو کہتے ہیں اور رادفہ مسلسل اور حیات آفریں آواز کو کہتے ہیں۔ (26)

حضرت ابی بن کعب ؓ فرماتے ہیں کہ جب تہائی رات گزر جاتی اور یہ بھی ہے کہ جب چوتھائی رات گزر جاتی تو حضور انور ؐ کھڑے ہو کر فرماتے:

اے لوگو!

اللہ کو یاد کرو

راجفہ آگئی

اس کے پیچھے رادفہ ہے

موت اپنے سامان کے ساتھ آگئی

ایک شخص نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ!

اگر میں اپنے سب وقت میں آپ پر درود شریف ہی پڑھا کروں

آپ نے فرمایا:

اگر ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی تمام فکروں سے تجھے کافی ہوگا (27)

قُلُوبٌ يُّؤْمِنُ بِرَاجِفَةٍ ۝ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝

”اس روز دل کا پڑ رہے ہوں گے، اس کی آنکھیں بھی جی ہوں گی۔“

قلوب نکرہ موصوفہ ہے جس کی صفت راجفہ ہے۔ جملہ میں ”یومئذ“ و راجفہ کا ظرف ہے۔ نکرہ موصوفہ سے ابتدا نحو میں درست تسلیم کی گئی ہے۔ اس طرح قلوب مبتدا ہوگا اور ”ابصار“ متبتدا ہوگا اور ”خاشعہ“ خبر واقعہ ہوگی اور ابصار کی اضافت ضمیر اقلوب کی طرف ہو رہی ہے، جبکہ قلوب میں ابصار تو ہوتی نہیں اس لئے یہاں معنی ”ابصار اصحابہا“ سے کیا جائے گا (28)

محی الدین شاذلی لکھتے ہیں کہ قلوب پر لام استغراق کا داخل نہ کرنا یہ نکتہ رکھتا ہے کہ یہ سارے دلوں کی اور آنکھوں کی کیفیت نہیں ہو گی کہ دل دھڑے چارہے ہوں اور آنکھیں ذلت سے پست ہوں (29) یہ حالت صرف منافقوں اور شرکوں کے دلوں اور آنکھوں کی ہوگی، مسلمانوں اور ایمان والوں کی کیفیت یہ نہ ہوگی۔ وہ نہ تو حزن و ملال کا شکار ہوں گے اور نہ ہی ان کی نگاہوں سے بے قراری ٹپک رہی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو امینان سے بھر دے گا۔ سورہ انبیاء نے ایمان والوں کی حالت خود بیان کی ہے:

لَا يَحْزَنُهُمُ الْفِتْرَةُ اَلَا كَيْبَرُ وَتَلَقَّوْهُمْ بِالْكَفَّةِ ۚ هٰذَا يَوْمُكُمْ اَلَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝

”انہیں قیامت کا خوف اکبر علیکم نہ کرے گا اور فرشتے ان سے ملاقات کریں گے یہ ہے وہ دن تمہارا جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔“

(الانبیاء: 103)

يَقُولُونَ عَرَأَيْنَاكَ تَارِدًا ۚ وَذُنُوبُنَا فِي الْحَافِرَةِ ۝

”کہیں گے کیا ہم پہلی زندگی کی طرف پھر پلٹنے جا رہے ہیں۔“

سورہ غلطی نے یہاں تک لازوال سچائیوں کا لالہ ہوتی نقشہ کھینچا۔ صدق اور عرفان کی خیرات بائی۔ قوی اور محکم دلائل کے ساتھ آخرت کے روحانی سفر کی جھلکیاں بیان فرمائیں۔ قرآن حکیم کے ایک ایک لفظ نے ایمان اور یقین کو مستحکم کر دیا۔ دل اور ذہن جب وقوع آخرت کے اعتبار سے اعتماد اور تسلیم سے بھر گئے تو ارشاد ہوا یہ سب کچھ ہونے کہنے کے باوجود کافروں کی حالت یہ ہے کہ وہ کہتے پھرتے ہیں کیا ہم دوبارہ زندگی کی طرف لوٹ آئیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ مفسرین نے ”یقولون“ کے قائل منکرین قیامت ہی قرار دیے ہیں (30)

لیکن یہ سوچنے اور ماننے میں بھی کوئی قباحت نہیں کہ اس جملہ کو اس تناظر میں سمجھا جائے کہ بروز قیامت جب زندگی کا لباس دوبارہ سے بدنوں کو پہنا دیا جائے گا تو وہ ازراہ اعتجاب کہیں گے یہ زندگی ممکن کیسے ہوگئی؟ کیا ہم دوبارہ سے پلٹائے جانے والے ہیں۔ نیند سے فوراً بیدار ہونے والوں کی طرح ایک قسم کے ذہول میں ہوں گے۔ تھوڑی ہی دیر میں جب حواس ٹھکانے آجائیں گے تو حقیقت کھل جائے گی کہ انہیں دوبارہ زندہ کر دیا گیا ہے۔ (31)

حافظہ کا مادہ حفر ہے جس کا معنی زمین کا کھودنا ہوتا ہے۔ گھوڑے کے سم کو حافظہ کہتے ہیں اس لئے کہ گھوڑا جب دوڑتا ہے اس کے پاؤں کے نشانات زمین پر بنتے چلے جاتے ہیں۔ انسان بھی جب چلے تو گویا اس کے قدموں کے نشانات زمین پر بنتے چلے جاتے ہیں اور جب وہ واپس لوٹتا ہے تو اپنے ہی قدموں کے نشانات اسے مل جاتے ہیں۔ جن پر وہ پلٹ جاتا ہے اس کٹائی کا اطلاق پہلے والی حالت میں آ جاتے پر ہوتا ہے (32)

عَرَا اِذَا كُنَّا عَظَامًا نَّحْوًا ۝۱

”کیا پھر بھی جب ہم بوسیدہ ہڈیاں بن جائیں گے؟“

پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ ”نخوہ“ کیا چیز ہے؟

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں ”نخوہ“ ایسا درخت ہے جسے روند دیا جائے اور وہ پامال اور بوسیدہ ہو جائے۔ (33)

ائمہ لغت نے یہ وضاحت بھی کی کہ کھوکھلا درخت جس میں ہوا داخل ہو کر مختلف سوراخوں سے نکلے اور آواز پیدا ہو (34)

نخری مجنون اور غافل اور مست ہو کر سونے والے کے خراٹوں کو بھی کہہ دیتے ہیں۔ بقول راغب ناک میں گردش کرنے والی آواز نچر ہوتی ہے

اسامیل حقی فرماتے ہیں کہ نخوہ ہڈیوں کے گل جانے کو کہتے ہیں اور شیب لکڑی کے گل کو کہتے ہیں۔ (35)

نخوہ وہ ہڈیاں ہوں گی جو چھوٹنے سے ریزہ ریزہ ہو جائیں اور بعض اصحاب لغت نے یہ بھی کہا نخوہ غلی ہوتی ہڈیاں ہوتی ہیں اور نخوہ وہ ہڈیاں جو اندر سے کھوٹکی ہوں۔

علامہ آلوسی نے روح المعانی میں لکھا جب ہڈی کے اندر کا گودا گل جائے اور اس میں سے ہوا گزرنے لگے اسے نخوہ کہتے ہیں (36) کفار اور منکرین ازراہ مذاق اور مستحیہ کہتے کہ ہم جب اپنی قبروں میں پامال اور بوسیدہ ہڈیاں بن جائیں گے کیا ہمیں پھر زندگی کا جامہ پہنایا جائے گا۔ قرآن مجید کی اصل گرفت منکرین کے اسی رویہ پر ہے کہ وہ بجائے معاد کو تسلیم کرنے کے اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ تنجیدگی سے کہتے ہوں کہ ذہن تقسیم نہیں کرتا کہ ہم بوسیدہ ہڈیوں میں بدل جانے کے بعد پھر سے زندہ ہو جائیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ متولد ان لوگوں کی کیفیت بیان کرنے کے لئے ہو جب وہ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر دیئے جائیں گے تو وہ ازراہ حیرت اور اعتجاب یہ پکارا ٹھیس گے لو ہم زندہ کر دیئے گئے، قبریں کھل گئیں اور نکھری ہڈیوں کو جو زکریاؑ ہمیں زندگی سے امکنار کر دیا گیا۔

قَالُوا اِنَّكَ اِذَا كُنْتَ خَائِرًا ۝۱

”بولے یہ پلٹ جانا تو بہت نقصان والا ہوگا۔“

کفار یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ موت انسان کو پارہ پارہ اور ریزہ ریزہ کر دے گی اور انسان کی عاقبت محض پیوند خاک بن جانا ہے۔ جب معاملہ بالکل الٹ اور اس کا ٹکس ہو جاتا ہے تو ان کا نفوس اس بات پر ہوگا کہ دنیا میں بد عقیدگی کی وجہ سے کوئی تیاری نہ کر سکے اور جس کے لئے کچھ نہ تیار کیا وہ رو برو پیش آگئی سولوں کا ٹکے کا ہو گیا تیاری جو کچھ نہ ہوئی۔

قرآن مجید کے اسلوب میں دلچسپی اور تعمق ملاحظہ ہو کہ پہلے والی آیات میں ”يقولون“ کہا گیا اور اس آیت میں ”قَالُوا“ کہا گیا۔ فعل مضارع دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے اور قسالمو الماضی میں جمع ذکر غائب کا صیغہ ہے گویا قیامت کا انکار منکرین کی ہمیشہ کی عادت تھی وہ جہاں بھی اور جس روپ میں بھی تھے کسی نہ کسی طرح وقوع قیامت کے منکر تھے اور اس کا اظہار ان سے ہوتا رہتا تھا لیکن قیامت جب سامنے رو برو ہوگی تو احساس خسارہ اور گھٹا لے کر تصور ایک بار کھنک پیدا کرے گا پھر آخرت کی وادی جزا و سزا انہیں لغتہ بنا لے گی۔

قَالَا نَاهِيْ دَجْرًا وَّاجِدًا ۝۱

”پھر تو یہ ایک ہی بار میت طاری کر دینے والی لرزش ہوگی۔“

آیت میں ”ہسی“ ضمیر دوسری مرتبہ صوریہ پھونکنے کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ ذبحہ کا لغوی معنی چھ ہے۔ گویا یہ تیز اور سرخ آواز

ایک جھٹکے کی مانند ہوگی جب لوگ زندہ ہو کر اٹھ جائیں گے، وہ کیا وقت ہوگا جب اذان حیات کے ساتھ ہی یوسیدہ ہڈیوں کے اندر زندگی متحرک ہو جائے گی اور بعثت اور حشر کا سامان اظہار نے لگ جائے گا۔

﴿فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ﴾

”تو کیا ایک وہ ایک میدان میں ہوں گے۔“

ساحرہ ”سہر“ سے ماخوذ ہے۔ یہ لفظ راتوں کے جگراتے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ وہشت اور وحشتیں چونکہ رات کی نیند اڑا دیتی ہیں اس لئے ساحرہ زمین کا وہ حصہ ہے جس میں وہشت انگیزی ہوئی اور ہواس کو اڑا دے۔ چٹیل اور ہموار زمین کو بھی ساحرہ کہہ دیتے ہیں۔ اس لئے کہ یہاں ہر چیز سراب معلوم ہوتی ہے۔ جب منزل کا تعین کسی میدان میں مسافر کے لئے مشکل ہو جائے تو اس میدان کو ساحرہ سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ جاری پانی کے جھٹکے کو بھی ”عین ساحرہ“ کہتے ہیں۔ ساحرہ ایسا میدان ہوگا جس میں ریت بہتے ہوئے پانی کی طرح نظر آئے۔ راغب اصفہانی نے روندی ہوئی زمین اس سے مراد لی ہے اس اعتبار سے بھی ویران جنگل ساحرہ ہوگا۔ (37)

حضرت سفیان ثوری ساحرہ سے مراد شام کی سرزمین لیتے تھے۔ حضرت وہب بن منبہ نے فرمایا ساحرہ بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے۔ اسماعیل دققی نے نکھار پھاڑ کے گرد و نواح میں واقع زمین ساحرہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے کہ اس سے مراد چاندی کی سرزمین ہے جسے اللہ سر محشر ہی پیدا فرمائے گا۔

عثمان بن ابی العالیہ کے بقول کو ساحرہ کہا گیا (38)

حضرت قتادہ نے کہا کہ ساحرہ الجہنم ہے۔

ابن کثیر نے کہا کہ روئے زمین کو ساحرہ کہا گیا اور یہی صحیح ہے (39)

آیت میں زور تو اس بات پر دیا گیا ہے کہ بندے کو دوبارہ لباس حیات سے آراستہ کر کے اللہ تعالیٰ کا اپنے رب پر پیش کر دینا کوئی امر محال نہیں۔ سمندر کیزا ہے جو آگ میں پیدا ہوتا ہے اور آگ ہی میں جیتا ہے۔ برف کے ٹھنڈے تو دوں کے نیچے اللہ ہی جاندار مخلوق پیدا فرماتا ہے اور یہ اللہ ہی ہے کہ آگ میں تپے ہوئے لوہے کے سرخ ٹکڑوں کو شتر مرغ کھا جاتا ہے لیکن اسے ہوتا کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے کچھ مستبعد نہیں اسی نے پہلی مرتبہ پیدا فرمایا تو دوسری مرتبہ بھی وہ حیات سے ہمکنار کر کے حساب لے لے گا بات تو مضبوط ایمان کی ہے (40)

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى

”کیا آپ کے پاس حدیث موسیٰؑ کی پہنچی؟“

اس آیت سے پہلے اس سورت کے اندر عمومی طور پر عقیدہ وحید اور ایمان آخرت کے حوالے سے جو حقیقتیں قاری قرآن کے سامنے لائی گئی ہیں وہ اس وحی کا کائنات کا اللہ کے وسب قدرت میں ہونا ہے۔ نظام کونین میں سر بلع الحکرت فرشتوں کا ہمدوم اللہ کی بندگی اور اطاعت میں حوادث عالم سے ارشاد و تنگدین کی منزلوں کو متقارب کرنا ہے۔ تخلیق کا کائنات کا منطق انجام تخریب نہیں تکمیل ہے اور اس کے لئے قوت اور طاقت چاہیے اور وہ خالق کا کائنات کے لئے ثابت ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے اس کی حیات اور موت کی ذور اس اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ انسان کی اصل ضرورت بندگی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طاقت اور قدرت کے سامنے سرافندگی ہے۔ انسان اللہ کو الہ، قادر اور معبود مان کر تکمیل کا کائنات کے الوہی پر وگرام کا حصہ بن سکتا ہے لیکن اگر وہ انکار کرے گا تو یہ سرکشی ہوگی۔ چھوٹا سا دریا اپنے مخالف نہیں چلنے دیتا تو وہ الہ جس کے ہاتھ میں ساری کائنات ہے اس کی مخالفت کیسے کی جاسکتی ہے۔ کچھ وقت کے لئے ایسا ڈھیٹ انسان بچ سکتا ہے لیکن اسے یہ مہلت نہیں دی جاسکتی کہ وہ تخریب و فساد ہی میں ہمیشہ منہمک رہے بالآخر اسے گردن سے مروڑ دیا جائے۔

مکہ کے مشرکین اور معاد کے منکرین جب سرکشی کے مرض ہی میں سر تا پا ڈوب گئے اور ڈھٹائی کا سرطان ان کے بال بال کے نیچے پھس گیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک سرکشی کے انجام کی کہانی سنائی۔ وہ بد بول فرعون کس طرح موسیٰ گرفت میں آیا۔ اس کے انکار اور ہٹائی کی دردناک کہانی قرآن مجید میں جابجا بکھری ہوئی ہے لیکن ایجاز اور تاثیر کے معجزاتی اسلوب میں یہاں ایک بار پھر اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔ بات تو صرف اتنی ہے کہ انسان سمجھ جائے کہ طاقتور اور وہی اللہ کے عذاب اور غضب کے مقابلے میں کچھ نہیں لاشی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی عتقاد کی تحریکی، روحانی اور معاشرتی عظمتوں کو قرآن حکیم نے اس سورت میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ چھوایا ہے اور ان کے کردار سے مومنوں کو جوش دلایا گیا کہ وہ رسالت مآب ﷺ کی اطاعت میں کوئی کمزوری نہ دکھائیں، ہر فرعون کا انجام غرق ہونا ہے اور موسیٰ عقیدہ جس روپ میں ابھرے ہوا اسی اس کی تقدیر ہے۔ وقت کے شیطان فرعون ہوں یا پڑ خدا کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔

قرآن مجید میں ایک مزید بات بڑا لطف بخشی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سرنوشت کو منسوب ”حدیث موسیٰ“ سے کیا گیا ہے۔ ہوا اس کے اندر یہ راز پوشیدہ ہو کہ فرعون تاجپوں کی علامت ہے اور موسیٰ علیہ السلام اصلاح اور عبادت کا روشن نشان ہیں۔ قرآن حکیم کہتا ہے کہ عنوان زندگی کوئی سرکش انسان نہیں ہوا کرتا اللہ کے صالح بندے ہوتے ہیں۔ فرعون کے نام تو جوتاں کھانے کے لئے چلتے ہیں۔ عزت کی حد نہیں اور کہانیاں پیغمبروں ہی کی ہو سکتی ہیں۔ قرآن کا اصل زور تو اس پر ہے، موسیٰ کی عظمتوں کا عالم یہ تھا حضور ﷺ کی رفعتوں کا عالم کیا ہوگا۔ اس حکم کا اخذ کرنا غیر قرآنی نہیں بلکہ ”ہل انک“ میں مخاطب کی ضمیر اس واسطے تکلف نکلتی کہ رسول کریم ﷺ کی فضیلت کا عنوان بنا دیتی ہے۔

إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝

”جب اُن کے رب نے مقدس وادی طوی میں اُنہیں آواز دی۔“

آیت کی چار تفسیری توجیہات ہیں:

پہلی توجیہ وہ ہے جس کو جمہور مفسرین نے اختیار کیا ہے یعنی طوی کی مقدس سرزمین میں موسیٰ علیہ السلام کے رب نے اُنہیں آواز دی۔ یہ لفظ اللہ کی پاک بارگاہ میں موسیٰ علیہ السلام کے مقام و مرتبہ کو متعین کرتا ہے۔ وادی طوی مدائن اور مصر کے درمیان ہے۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب موسیٰ علیہ السلام مدائن سے واپس ہو رہے تھے۔ جب آپ طور کے دامن میں پہنچے تو آگ کی ایک چمک دیکھی، آپ رات کے اندھیرے میں اس آگ کی طرف بڑھے تو وہاں ایک درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میں حیراب ہوں، جو تے اتار دے، آپ وادی مقدس طوی میں ہیں (41)۔

آیت کی قابل فہم دوسری توجیہ یہ ہے کہ دامن طور کے طوی کیوں کہا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ طوی طعی سے ماخوذ ہے جس کا معنی لینینا اور سیننا ہوتا ہے چونکہ یہ ارض مقدس برکتوں میں لٹی ہوئی تھی اس لئے اسے طوی کہا گیا۔ عربی میں ”مطویٰ“ بہت بڑھے کھسے عالم کو کہہ دیتے ہیں گویا اس نے کتابوں کی کتابیں اپنے سینے میں سمیٹی ہوئی ہیں، اس لئے اسے مطویٰ کہہ دیتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے علم تو رات کے جلوے میں سمیٹا لیا اس لئے اس مقدس وادی کو طوی کہہ دیا گیا ہے (42)۔

تیسری توجیہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کی ہے (43) وہ فرماتے ہیں کہ طوی طعی کی طرح ہے کسی کام کا دہرا ہونا، چونکہ اس وادی کا تقدس دہرا تھا اس لئے اسے طوی کہہ دیا گیا یعنی اللہ تعالیٰ نے اس وادی کو موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب کی نسبت سے دوسرے تقدس بخشا (44)

چوتھی توجیہ یہ ہے کہ عربی زبان میں طوی کے بعد آوارات کا ایک حصہ گزارنے کے بعد آنے کے لئے مستعمل ہے۔ اس طرف اشارا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی آمد رات کا ایک حصہ گزر جانے کے بعد ہوئی تھی۔

یہ بات بھی ذہن میں آتی ہے کہ طوی طعی سے ہو تو لینے کا مفہوم یہ بھی لیا جاسکتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے محبت کی منزل پر رسائی کے لئے مسافتیں سمیٹ دی گئی تھیں یعنی زمین سکرگئی تھی اور آپ آسانی سے وہاں جلوہ افروز ہو گئے تھے۔ اس مناسبت سے دامن طور کو وادی طوی سے تعبیر کر دیا گیا۔

شوکانی نے اس لفظ کا معنی ”یا راجل اذهب“ سے بھی لیا۔ (45)۔

”اوصاحب چلے جاؤ۔“

زجاج نے بھی یہی لکھا کہ یہ ”طاولی“ سے عبارت ہے۔

إِذْ هَبْ إِيَّاهُ فَزَعَوْنَ إِلَهُ طُعًى ۝

”جائیے! فرعون کی طرف بے شک وہ سرکش ہو گیا۔“

بعد رحمت طوی سے موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا کہ وہ فرعون کی طرف جائیں اس لئے کہ اس نے سرکشی کی ہے۔ بڑا بڑا معنی جملہ ہے جس کے ساتھ موسوی تحریک کے خدوخال واضح کئے جا رہے ہیں۔ طعی طعیان سے ہے احد سے تجاوز ہونا۔ فرعون اپنی حد انسانیت سے آگے نکل گیا اور تکبر کے ساتھ سر اٹھایا، نہ حق اللہ کا خیال رکھا اور نہ ہی مخلوق کے حقوق کی رعایت کی، خالق اور مخلوق دونوں کے معاملہ میں کمینگی پر اتر آیا۔ انفسہ حقیر سے پیدا ہونے والے بے مایہ انسان نے ربوبیت کا دعویٰ کر دیا اور اللہ کی مخلوق پر ظالم کی انتہا کر دی۔ آیت میں اگر ایک طرف فرعون کی سرکشیوں کا ذکر ہے تو دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام کا ترک و احتشام کے ساتھ فرعون کو دعوت تو حید دینے کے لئے بھیجے کا ذکر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا جانا تھا ہر پہ تپاری کے ساتھ تھا۔ جو ہر ایمانی کی چمک کے ساتھ تھا۔ آپ کے دل میں شعلہ دعوت پوری طرح روشن

کرو یا گیا تھا۔ یہ باتیں کس چیز سے پڑ چکیں؟ اس سے کہ رب نے انہیں وادی مقدس میں آواز دی۔ آواز کی کیفیت کیا تھی؟ وہی علیہ السلام کی وہ معلوم تھی لیکن قاری قرآن صرف یہ محسوس کر سکتا ہے کہ وہی نے یہ آواز سنی، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی آواز سننے کی اہلیت بخش دی اور حکم دیا کہ اب فرعون کا تختہ الٹنے کے لئے اٹھ کر نکل پڑیں۔ پہلے اسے سمجھائیں اور اس کے سامنے ہدایت کا چراغ روشن کریں۔ اس آیت میں اصل نکتہ جو قابل فہم ہے وہ وہی علیہ السلام کا واقعہ سنا کر فرعون پر قریش کو متغیب کرنا ہے کہ وہ اپنی بہت دھرمیوں سے باز آ جائیں وگرنہ وہ اللہ کے عذاب سے بچ نہ سکیں گے۔ قرآن کا قاری یہ بات بھی اپنے دل میں اتار لے کہ قرآن حکیم کا تاریخی نظام اپنانے ہی میں خیریت ہے۔ سچائی کا جیٹھڑا ایٹھ بلند رہتا ہے اور جھوٹ فرعون ہو یا غرور، ابوجہل ہو یا یزید، اس کا مقدر سرنگوں ہونا ہے۔

فَقُلْ هَلْ لَكَ اِلٰی اَنْ تَرْکٰی ﴿۵﴾

”تو فرما یہ! کیا تو چاہتا ہے کہ تو پاک ہو۔“

رب کریم نے وہی علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیج کر فرمایا تو اس فرعون سے کہہ دے، کیا تو چاہتا ہے کہ پاک صاف ہو جائے؟ نبوت کی پہلی آواز فطری، روحانی، ذہنی، ملی، اعتقادی اور معاشرتی ترقیہ ہے۔ آیت دینی دعوت کا مزاج بھی متعین کرتی ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی بڑا باغی اور طاغی کیوں نہ ہو اس سے دھمکے لے کر اور متوازن اسلوب میں مقصد پر مضبوط گرفت کے ساتھ گفتگو کرنا مسنونہ انداز تبلیغ ہے۔ داعی کو بہر حال ہدایت اور ترقیہ ایسے مقاصد کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ قرآن حکیم میں ترقیہ کا لفظ اعتقادی سر بلندی یعنی اسلام کے قبول کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ شرک اور فسق کی غلطیوں سے بچنا جہاں ترقیہ میں داخل ہے وہاں توبہ اور انابت کا راستہ اور زندگی میں ”قیام سنت“ کا سلوک بھی ترقیہ میں شامل ہیں اور زکوٰۃ اور ترقیہ یہ بھی تقاضا کرتے ہیں کہ نظام مصطفیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والوں کو مالی قربانیوں کی راہ بھی اپنانی چاہئے۔ فرعون کو ترقیہ کی دعوت دینے کا صاف اور واضح مطلب یہی تھا کہ وہ شرک کا راستہ چھوڑے اور فسق، فجور کی غیر فطری اور نامناسب حالتوں سے باہر نکلے۔ وہی علیہ السلام کی زبان سے قرآن کا یہ مختصر بول بندگان خدا کی زندگی کا مقصد اظہار من القیاس کر دیتا ہے۔

وَاَهْدِيكَ اِلٰی رَبِّكَ فَتَكْفٰی ﴿۶﴾

”اور میں تجھے تیرے رب کی طرف ہدایت دل تو تو ڈرنے لگے۔“

اس آیت کریمہ میں تین نکات قابل غور ہیں:

اللہ تعالیٰ نے وہی علیہ السلام کو فرعون کی ہدایت کے لئے بھیجا اور ہر رسول اور ہر نبی ہدایت ہی کے مخیر ہوتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کاروان انسانیت کسی ہادی کے بغیر ہدایت نہیں پاسکتا، لیکن فضول نکتہ عجیبوں سے رحمت عالم ﷺ کی شتم نبوت سے انکار کی راہ نہیں نکالی جاسکتی۔ آپ ﷺ ہر معنی میں خاتم النبیین ہیں، ان کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں جن لوگوں نے تاویلات و زیلہ سے کفر کے دروازے کھولے ہیں، ان کے اجتہادات باطل ہیں اور ان کے پلے میں سوائے کفر کے کچھ نہیں بچا۔

دوسرا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعثت وہی علیہ السلام کے ساتھ تین چیزیں جوڑی ہیں۔ ترقیہ، ہدایت اور خشیت۔ ترقیہ جملہ عقائدات اور اعمال میں صاف ستھرا ہوتا ہے اور ہدایت معرفت کے معنوں میں ہے اور خشیت اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے دل میں محبت آمیز قسم کے خوف کو کہا گیا ہے۔ الفاظ کا تعمق زندگی کے تمام محاسن کو گھیرے ہوئے ہے۔ وہی علیہ السلام کو پورا پورے نظام کے ساتھ وارد ہوئے تھے۔ آپ کا ایک ایک لفظ ترقیہ، ہدایت اور خشیت کا ضامن تھا، اس لئے کہ فرعون، جس دعویٰ پر جما ہوا تھا اس کا ایک ایک حرف ظلمت و راندیر تھا۔ اس کی انسانی ظلمتوں نے پوری قوم کو دیر تار یکپوں میں غرق کر رکھا تھا۔

تیسرا نکتہ یہ ہے کہ ہدایت کی غایت خشیت ہے اور جملہ امور کی اصل بھی یہی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”جو خائف ہوتا ہے وہ رات کے پہلے حصہ میں نکل پڑتا ہے اور وہ منزل پر بھی پہنچ جاتا ہے۔“ (46)

فَاَلَمْ يَأْتِ الْكُفْرٰی ﴿۷﴾

”پس انہوں نے فرعون کو بڑی نشانی دکھائی۔“

حضرت وہی علیہ السلام فرعون کے پاس تشریف لے گئے۔ اس متمدن، سرکش اور ڈھینٹ انسان سے انتہائی نرمی کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ آپ کے لہجے میں زبانی موجود تھی۔ آپ نے منطق کے ہر پہلو کو ملحوظ خاطر رکھا۔ دردمندی کے ہر اظہار کو اس کی ہدایت کے لئے بطور وسیلہ استعمال کیا، لیکن اس مغرور انسان پر ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا، بلکہ اس نے جادو گروں اور سحر کاروں سے مدد لی اور کوشش کی دعوت نبوت کو نہ صرف یہ کہ ٹھکرا دے بلکہ ناکام بنا دے۔ اس پر وہی علیہ السلام نے بڑے مہجڑے کے دکھانے سے اس کی فکر، غفلت اور شعور کی گرہیں کھولنا

چاہیں تاکہ وہ فرعون اور تکبر کے گھوڑے سے نیچے اتر آئے۔

یہی نشانی ہے (47) یعنی عصائے کلمی کا اعجاز کہ وہ سر محفل اڑو حابن گیا اور فرعون کی سازش اور اس کے جادو گروں کے کافرانہ کرج کو ناکام بنا دیا اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑا تو پھر وہ عصائے اعجاز نما کی صورت میں ڈھل گیا۔ خبرہ چشم انسان یہ نہ سمجھ سکا کہ دنیا کے بے جان و حقیر سلطانوں کی عقل جہاں صدیوں بعد نہیں پہنچ سکتی انبیاء کے ہاتھ میں پکڑے لکڑی کے ڈنڈوں میں وہ شعور موجود ہوتا ہے، اطاعت موجود ہوتی ہے، تسلیم ٹم کرنے کا جذبہ موجود ہوتا ہے اگرچہ سب کچھ اللہ کے اذن سے ہوتا ہے لیکن رسولوں کی دعوت اور خدا کی قوت کا رخ و طرف نہیں ایک ہی طرف ہوتا ہے۔ سمجھنے والی بات تو یہی ہے اور ترکیب سے ہدایت اور ہدایت سے خشیت کے مراحل اس فکر سے طے ہو سکتے ہیں۔

بڑے معجزے سے مراد بعض مفسرین نے ”ید بیضا“ بھی لیا ہے لیکن زیادہ صحیح بات یہی ہے (48)۔

قَدْ تَذَبَّ وَصَحَّى ۖ ثُمَّ آدَبَ رَبِّي ۖ فَقَصَّرَ قَنَازِي ۝

”پس انہوں نے فرعون کو بڑی نشانی دکھائی، پس اُس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی، پھر پلٹا کوشش کرتے ہوئے۔“

موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا رد عمل قرآن حکیم ان تین آیات میں بیان فرماتا ہے کہ فرعون نے موسیٰ کی تحریک اور نبوی دعوت کی تکذیب کر دی اور عسایاں شعار بن گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تصدیق جیسے اطاعت کو ختم دیتی ہے ایسے ہی تکذیب گناہوں بھری زندگی کا مقدمہ بن جاتی ہے۔ فرعون بجائے اس کے کہ موسیٰ علیہ السلام کے شفقت آمیز لہجے سے ہدایت حاصل کرنا اور آیت کبریٰ کو دیکھ کر خشیت کی راہ لیتا، اس نے پوچھ پچھری اور مقابلے کی تیاری میں لگن ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام کی دعوت اور نظام دونوں کو کھسکے۔ بڑے کدے رہے ہو گیا۔ اس نے خیال کیا کہ آج اگر وہ موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ نہ کر سکا تو وہ عملاً مر جائے گا۔ اس نے اپنی طاغوتی افعال پر مبنی زندگی کا سہارا تلاش کرنا شروع کیا۔ کلی کلی اعلان ہوئے اور کوچہ کوچہ سحر کاروں کی تلاش میں شاہی ہرکارے پھر گئے، وہ سمجھ نہ سکا وہ جو کچھ کر رہا ہے اپنی ذلت اور تباہی کا سامان اکٹھا کر رہا ہے۔ سلطنت کے باہر اور اندر سے جادوگری ہو گئے۔ بڑے بڑے انعامات کی لالچ میں آنے والوں کو فرعون نے یہ بھی کہہ دیا کہ یہ شخص مصر کی زمین پر قبضہ کرنا چاہتا ہے اور اس کا ارادہ یہ بھی ہے کہ تمہارے آباؤ اجداد کے مذہب اور تہذیب کو مٹا دے۔

فرعون نے جمع کئے گئے لوگوں میں لاف زنی کی، چچا پکارا اور بڑھکیں ماریں لیکن اسے کیا پتہ تھا کہ سچائیوں کے صراط مستقیم پر چلنے والے عسایاں شعار کی کے پسینہ میں ڈوبے ہوئے لوگوں کی چیخ و پکار کی پروا نہیں کرتے، انہیں اپنے الہ کی رضا کا ہرچم بلند رکھنا ہوتا ہے۔

فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ۝

”پھر بولا ”میں تمہارا اعلیٰ رب ہوں۔“

علامہ محمد الدین قزوینی حنفی لکھتے ہیں: فرعون کا یہ کہنا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ اس کے قلبی، اعتقادی اور روحانی مغالطوں کے حبش کی وجہ سے تھا اس لئے کہ اس قسم کا سنگین اور گندہ اہملہ کوئی مجنون شخص ہی کہہ سکتا ہے جبکہ فرعون کو مجنون اس لئے بھی نہیں کہا جاسکتا کہ انبیاء مجنون کی طرف مبعوث نہیں ہوتے، بائیسوں طاغیوں کی ہدایت کے لئے بھیجے جاتے ہیں (49)۔

اصل میں مصری سورج کو معبود اعظم مانتے تھے، بادشاہ کو اس معبود کا اتنا سمجھتے۔ اس اعتبار سے ان کا بادشاہ معبود تصور کیا جاتا۔ فرعون کا رب مانا جانا اس عقیدہ کے قبیل سے تھا۔ ابن عطیہ نے لُحُر الرالوحیز میں بادشاہ پرستی کے مذہب کا حوالہ دیا ہے۔ (50) اس اعتقاد عقیدہ کی عظمت آج بھی جاپان کے اندر دیکھی جاسکتی ہے، ان کا بادشاہ۔ یکاڈو بالکل فرعون ہی کا ترجمہ ہے۔ فرعون بادشاہ پرستی کا موجد تھا یا گندی تہذیب کے گھسے پٹے عقیدہ کا تازہ مظہر تھا۔ یہ ایک دوسری بحث ہے لیکن شرک کا نہ رسوم کا بدکردار نگہبان فرعون موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے رد و رو تھا۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے یہ دعویٰ باطل رکھ کر اپنے لئے دلتوں اور عذابوں کا سامان خود جمع کر لیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ہمہ گیر ربوبیت کی موسوی دعوت کو سمجھ نہ سکا۔ فرعون اس دُغم باطل میں مبتلا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام تو اس کی سلطنت کے مقبور شہری تھے انہیں کیسے حوصلہ ہو گیا کہ انہوں نے بنی اسرائیل میں آزادی کی روت چھونک دی۔ باطل عقائد کے وجود پر زور دار ضرب لگائی۔ وہ باطل نہیں تھا لیکن پاگلوں کی طرح بولے جارہا تھا کہ وہ صرف خدا ہی نہیں خداؤں کا خدا ہے۔ یہ فرعون کی طرف سے رعوت اور سرکشی کی انتہائی۔ اس نے اپنی نفسیاتی ذلت کے لئے مددگار کی حیثیت سے چند جادو گروں کو بھی بلا لیا تھا لیکن عصائے موسیٰ نے ان کرتیوں کو لنگھ کر ہر سحر عام اعلان کر دیا کہ رب الہ موسیٰ کا ہی ہے۔ اس کی معبودیت اور ربوبیت قابل تسلیم ہے۔ فرعون عملاً تو آج کے دن ہی اوہدھا ہو گیا تھا، جب اس کے بلائے ہوئے مددگار موسیٰ علیہ السلام کے رب کے سامنے سر نیاز جھکائے ہوئے مومنوں کی صف میں شامل ہو گئے تھے۔ ہر بڑ بولے گا

مقدور ذلت ہے خواہ وہ کسی بھی روپ میں ابھرے۔ فرعون اپنے زمانے میں اور یزید اپنے دور میں عسکروں کے حصار میں ہیں۔ ان کے حاشیہ نش کب تک انڈیں بچائیں گے۔ توف ہے بادشاہ پرستی کی لعنت بالائے لعنت۔

فَاَخَذَ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَى ۝

”تو اللہ نے اُسے آخرت اور دنیا کے عبرت آموز عذاب میں پکڑ لیا۔“

اللہ تعالیٰ نے اس باغی اور طاغی شخص کو گرفتار عذاب کر لیا۔ ”نکال“ کا لغوی معنی کسی کام کے کرنے سے عاجز آ جانا ہوتا ہے۔ کزوری اور ناتوانی کے لئے بھی اس لفظ کے مختلف مادے استعمال ہوتے ہیں۔ نکیل پاؤں میں پڑی اس بھاری زنجیر کو کہتے ہیں جو چلنے سے بندے عاجز کر دے۔ سزا چونکہ گناہوں اور معصیوں سے روکنے کے لئے ہوتی ہے اس لئے اسے ”نکلول“ کہہ دیتے ہیں (51)۔

فرعون کو گرفتار عذاب و نکالت کرنا اس کے لئے بربادی اور سزا تو تھی ہی لیکن اس معاشرے کے لاکھوں لوگوں کو کندے کر تو توں سے روک دینا تھا۔ وہ لوگ جو کبھیوں پچھروں کی پوجا کرنے کی انتہا کو چھو چکے تھے۔ یہ بھی نہیں حقیقت ہے کہ فرعون کی حیثیت اللہ کے سامنے کبھی پچھر سے بھی حقیر تر تھی۔ کتنے بد بخت لوگ ہوتے ہیں جو اپنی ہی طرح کے انسانوں یا بے توقیر چیزوں کی عبادت کر کے اپنے وجود سے غیرت، مذہبی، روحانیت اور حریت سب خوبیاں کھل دیتے ہیں۔

علامہ قرطبی نے نکال الاخرة سے مراد آخرت کا عذاب اور الاولیٰ سے مراد دنیا کی بربادی لکھی ہے۔ (52)۔ آخری سزا کو پہلے اس لئے بیان کیا ہے کہ وہ شدید بھی ہے اور طویل بھی ہے۔ سید قطب لکھتے ہیں عذاب آخرت کا پہلے ذکر کرنا سورت کے عموماً عنوان سے گہری مناسبت رکھتا ہے اس لئے اسلوب اور بلاغت کا حسن اس کا مستحق نہیں تھا۔ دنیوی سزا جو فرعون کو ملی وہ دیر یا میں اس کا اور اس کے یاروں انصاروں کا پانی میں فرق ہوتا ہے۔ بچنے دیکھنے والوں کے لئے بھی کتنی عبرتیں جنم لے رہی تھیں جب الوہیت کے دعویدار کو پانی میں ڈبکیاں لگ رہی تھیں۔ کتنا دردناک انجام ہے اس شخص کا کہ آج بھی اس کی لاش کو حوط کر کے عجائب گھر میں رکھ دیا گیا ہے اور اوپر لکھا ہوا ہے کہ یہ وہ حق انسان تھا جو اپنے بارے میں خدا ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ بت پرستوں کے لئے اس قرآنی جملے میں کتنی نفسیاتی تعزیریں پنہاں ہیں۔

استاذ زحلی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھا:

”اولیٰ سے مراد فرعون کی زبان سے نکلنے والا پہلا شرکیہ کلمہ ہے اور الاخرة سے مراد سرکشی کی راہوں میں الوہیت کا اور ربوبیت کا دعویٰ کر دینا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ دونوں نکلوں کے درمیان چالیس سال کا زمانہ فترت و خلافت ہے۔“ (53)

مجاہد کے نزدیک دنیا کے عذاب سے مراد وہ ذلت ہے جو بحیثیت بادشاہ اسے اس وقت پڑی جب جادوگر و سمیت است موسیٰ علیہ السلام کے سامنے ذلیل ہونا پڑا اور آخرت کے عذاب سے مراد دوزخ اور جہنم کی آگ میں جلنا ہے۔ (54)

إِنِّي ذُلِّلْتُ لِعِبَادَتِي لَيْسَ يَخْشَى ۝

”بے شک اس میں ضرور عبرت ہے اس کے لیے جو ڈرے۔“

اس آیت میں غور و فکر کے صد سامان جمع کر لئے گئے ہیں:

ایک تو یہ بتایا گیا کہ ”صاحب خشیت“ کے لئے اس واقعہ اور سرگزشت میں یقیناً سامان عبرت ہے۔ وہ بہت کچھ سیکھ اور سمجھ سکتا ہے۔ دوسرا صاحب خشیت کا مقام اور فضیلت بھی پتہ چلی کہ وہ شخص جس کا دل خوف خدا اور احساس و ممداری سے لبریز ہو وہ صحف کے سینہ سے آیات عذاب جب ابھرتی دیکھتا ہے، عبرت حاصل کرتا ہے اور آیات نعمت پڑھ کر شکر ادا کرتا ہے۔

آیت یہ بھی بتاتی ہے کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں تقویٰ نہ ہو اور ان کے ذہن آمادگی سے خالی ہوں، ان عبرت آموز حکایات سے وہ کچھ بھی نہیں سیکھ سکتے، ایسوں کے لئے تو پھر قیامت کا راجفہ، رادفہ اور واجفہ ہی ہے۔

عَاثُمْ أَشَدُّ خَلْقًا وَرَاسًا ۝ رَبِّهَا ۝ رَفَعَ سَنَهَا فَنَسُوهَا ۝

”کیا تمہاری تخلیق زیادہ مشکل ہے یا آسمان جسے اُس نے بنایا، اس کی صحت کو بلندی بخشی پھر اُسے موزوں بنا کر استحکام بخشا۔“

ان دو آیتوں کو سمجھنے کے لئے ایک تمہیدی بات پر غور و فکر کرنا از حد ضروری ہے۔ انسانی معاشروں کی ہمیشہ یہ بد قسمتی رہی ہے کہ کھاتے پیتے لوگ اپنے اقتدار اور دولت کے اعجاز سے غریبوں کو گمراہ کر کے ان کے الہ اور خدا بن جانا چاہتے ہیں۔ سورہ النازعات میں ایک ایسے ہی سرکش اور ضدی انسان کی ڈھانیوں کو عنوان و دعوت بنایا گیا۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کی عظمت اور حقیقت تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اس کے نزدیک وہ ایک مسافر، مظلوم اور مقبور انسان تھے۔ وہ جس قوم کو لے کر آئے بڑھنا چاہتے تھے وہ فرعون کے نزدیک یہی ہوئی ذلیل

قوم تھی۔ فرعون اپنے آپ کو خدا تسلیم کر دانا پر تلا ہوا تھا۔ جب وہ اپنے کرتب دکرات اور احمقانہ مہارتوں کے حصار میں موسیٰ علیہ السلام کے روبرو ہوا، اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ایک لکڑی اڑوہا جی اور اس کے کئے ہوئے کو ٹکل گئی۔ جہنم کے لئے یہ بات کافی ہوتی ہے کہ لکڑی کو جو ذات ذی روح اڑوہا بنا کر پھر اسے اپنی اصلی حالت میں پلٹا سکتی ہے۔ اس کے لئے کوئی دشوار نہیں کہ مردہ انسان کو دوبارہ زندگی کا جامہ پہنائے اور حساب و کتاب کے لئے کٹہرے میں کھڑا کر دے۔ فرعون کے ساتھ تو جو کچھ ہوا سو ہوا، مکہ کے معاندین، شرکین اور منکرین کو سمجھایا گیا کہ یہ رحمت کی حکایت آنکھیں کھول نہیں دیتی۔ چلو کذب آلود معاشرے کے گمراہ لوگ ایسی صداقتوں کو کب مانتے ہیں۔ انہیں سمجھایا گیا کہ تم سچ شام اپنی نظروں سے اس بڑے آسمان کو دیکھتے رہے ہو، خود فیصلہ کرو اس کا بنانا مشکل ہے یا پانچ چھ فٹ کے انسان کو دوبارہ سے بنادینا دشوار ہے۔

سائنس دان یہ کہتے ہیں کہ کائنات ابتدائی حالت میں ایک کثیف دھماکے سے بکڑی ہوئی تھی۔ خالق کائنات نے اسے لڑکی طرح چھمایا جو کھلتے کھلتے آج کی وسیع کائنات ہو گئی، تو جس ذات نے ایک حرکت سے یہ ارض و سما اور شمس و قمر کی بزم سجادہی اس کے لئے انسانوں کو پھر تخلیق کا جامہ پہنانا کوئی مشکل نہیں۔

”سمک“ کی تشریح میں امام رازی کا یہ قول دلچسپ ہے کہ کسی چیز کی بلندی کا اگر اوپر سے نیچے اندازہ لگائیں تو وہ غیث ہوتا ہے اور اگر نیچے سے اوپر کی جانب کی چیز کی بلندی کا اندازہ لگانا، تو اسے سمک کہتے ہیں (55)۔

”فسوہ“ کا معنی آیت میں ہرجس سے کسی چیز کو منظم کرنا اور اسے سوزوں بنانا ہوتا ہے۔ (56) (واللہ اعلم)

وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ صُحُفَهَا ۝

”اور اُس نے اس کی شب کو گہرا تاریک کر دیا اور اس کی روشنی ظاہر کی۔“

رات کو تاریک بنانا اور دن کو روشن کرنا، جس عود اور مرکز کے گرد گھومتے دکھائی دیتے ہیں وہ حضرت انسان کی عبرت گیری ہے۔ وہ دنوں و انقلابات کو خود تجربہ کے میدان میں چھوڑتا ہے۔ نور و ظلمت کا پے در پے آنا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ دن کے روشن ہونے کے ساتھ ہی ہزاروں مناظر اس کی نگاہوں میں ہدایت کے روشن نشان بن کر سما جاتے ہیں اور رات ہوتے ہی سب کچھ ٹکا ہوں سے اوٹ چل جاتا ہے۔ نور و ظلمت کا اس مختصر وقت میں عظیم انقلاب آنکھوں کے ساتھ ذہنوں کو بھی کھولتا ہے کہ انسان کی مختصر زندگی دن کی طرح ہے اور رات قبر کی مانند ہے جیسے دن اور رات کا مسلسل عمل قادر مطلق کی عظمتوں پر دلالت کرتا ہے، ایسے یہ ہر طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو موت کے بعد پھر زندگی سے نواز دے۔

آیات میں ”ھا“ ضمیر کا گھرا جہاں مطالب اور مغایم کو گہرا کرتا ہے وہاں پر نشانی نفی کو بھی جنم دیتا ہے۔

قرآن مجید نے رات اور دن کے ظہور کو آفتاب اور آفتاب کو آسمان سے منسوب کیا ہے (57) یہ بات عالم الاسباب میں اشیاء کا نجات کا ایک دوسرے پر اثر ہے۔ یقیناً اس جہان رنگ و بو میں مسبب الاسباب کا ارادہ ہی حرکت پیدا کرتا ہے اور انقلابات زمانہ ہدایت کی روشنیاں بانٹنے لگ جاتے ہیں لیکن اندھا انسان کیا دیکھے اور کیا جانے۔

سائنس نے آج بلاشبہ اپنے ارتقائی انقلابات کے ساتھ آفتاب انسانیت کو مالا مال کیا ہے لیکن حضور ﷺ کی نگاہ کائنات بین نے اپنے صحابہ کو جو ذوق جستجو عطا کیا تھا وہی بعد میں آنے والے علوم کی بنیاد بنا۔

ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت نقل کی ہے کہ آفتاب مغرب میں جا کر غروب ہوتا ہے اور پھر نکلتا ہوں سے اوٹ چل جاتا ہے اور جب رات ہوتی ہے تو وہ زمین کے نیچے سے سیر کرتا ہوا صبح کے وقت مشرق سے طلوع ہوتا ہے (58)۔

آج علم فن کے میدان میں بیٹے کر خارا شکافیاں کرنے والے علماء و مدعا ہوں کی مدد سے سیاروں کی گردش کا جو متاثر کئے ہوئے ہیں اندازہ لگائے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تو ان چیزوں کو کشف نظر اور وحی ذہنی ہی سے دیکھتے تھے اور یہ سب کچھ کیسے ہوتا اگر انہوں نے رسول کریم ﷺ کی خاک پا کر آنکھوں کا سرمہ نہ بنایا ہوتا۔

وَالْأَمْثَلُ بَعْدُ ذَلِكَ حَقًّا ۝

”اور زمین کو اس کے بعد کوٹ چٹک کر قابل رہائش بنادیا۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا لیکن بچھایا پھیلا یا نہیں پھر آسمان کی تخلیق کا ارادہ فرمایا اور دونوں

میں سات آسمانوں کو ٹھیک بنادیا پھر دروز میں زمین کو بچھایا گویا زمین اپنے موجودات سمیت چار روز میں بنائی گئی (59)۔

آنحضرت نے دھوکا معنی پھیلا نا لکھا اور غیب نے اس بات کی بھی صراحت کی کہ کسی چیز کو اس کی اصل سے بنانا دھوکا کے مادہ میں شامل ہوتا ہے۔ آیت یہ بھی بتاتی ہے کہ زمین پہلے ہوا نہیں تھی۔ ابتداً سبز زمین پانی سے لبریز تھی، آہستہ آہستہ پانی گڑھوں میں اترنا چلا گیا اور خشکی کے ٹکڑے برآمد ہو کر پھیلتے چلے گئے (60)۔

آخر تفسیر آیت میں زمین اور آسمانوں کی تخلیق کی بحث میں بھی پڑے ہیں۔ ان میں سے کسی کی تخلیق پہلے ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت اگرچہ پوری طرح تخلیقی مراحل کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور سورہ حم السجدہ کا دوسرا کوخ تو بات کو بالکل واضح کر دیتا ہے کہ زمین کی تخلیق آسمانوں کے بنانے سے پہلے ہوئی (61)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت اس لحاظ سے بھی قطعی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موجودات کی تخلیق کے بعد تقیر کے مراحل بعد کے زمانوں پر چھوڑ دیئے شاید اقبال کا یہ فلسفہ ”ابھی کا نکات ناقص ہے شاید“ اسی گروہ کو کھول رہا ہے۔ بارگاہ ربوبیت سے تاج خلافت پانے والا انسان ہر دم ”توشاب آفریدی چراغ آفریدم“ کے تسلسل سے یہ مرحلہ در مرحلہ گزر رہا ہے۔ زمین کی تخلیق اور چیز ہے اور ”دھوکا“ اور چیز ہے، شاید پھیلا نے کا عمل تو اب بھی جاری و ساری ہے۔ قرب قیامت میں ہر چیز سیٹے کی سکرے کی تو زمین بھی اپنی رونقیں سمیٹ لے گی جیسے کائی دہائیوں میں ختم ہو جاتی ہے۔ زمین بھی کسی بڑے نظام اور کچلے جہاں کا حصہ بن جائے گی۔

آیت میں ”بعد ذالک“ سے مراد کیا ہے؟

ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا اس کا مفہوم ”تعقیب ذکر“ کے لئے ہے یعنی اس کے بعد یہ بھی سن لو کہ اس نے زمین کو اپنی اصل سے ہٹا دیا، لگتا ہے زمین اپنی کھشاکش میں پہلے کسی اور سیارے کا حصہ تھی جسے اللہ رب العالمین نے موجودہ صورت عطا فرمادی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ”بعد“ ”مع“ کے معنوں میں ہو یعنی زمین کو بنایا ہی نہیں اس کا رآد بنانے کے لئے بچھا بھی دیا۔ (62)۔

أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءً وَاعْوَزَ مِنْهَا

”اس نے اس کے پانی کو اس سے نکالا اور اس کا چارہ“۔

زمین اگر کروی ہی رہتی تو انسانی زندگی اس پر کس قدر مشکل ہوتی۔ رب کریم نے اسے ہموار بنا کر بچھا دیا۔ اس کے بعض حصوں پر خاکی گداز چادر تان دی اور اس کی اوپر والی سطح اس قدر وسیع بنائی کہ اس میں غلے، سبزیاں اور باغ اگانے آسان ہو گئے۔ اس کے پیٹ سے جھرنے پھوٹے، اس کی آغوش میں پانی جذب کرنے کی صلاحیت ڈالی، اونچی و صلو انوں سے پستی کی جانب پانی کی آبشاریں رقص بداماں ہوئیں۔ دریاؤں اور ندی نالوں میں پانی رواں کیا اور پھر اس پانی سے چراگاہیں وجود میں آئیں۔

آیہ کریمہ میں ایک لطیف بات قابل توجہ ہے ”اخرج“ باب افعال ہے جس میں تعدی ہے۔ مفہوم صرف نکالنا نہیں نکھلانا ہے۔ اس طرح ”مخرجی“ اسم مکان ہے جس کی اصل ”خرجی“ ہے اور اس کا بنیادی معنی حفاظت اور نگہبانی کا ہوتا ہے۔ شاید اس میں اشارہ اس طرف ہو۔ پہاڑوں اور بیابانوں اور جنگلوں کو چشتان اور رزق خیز اناج اگانے والی زمینوں میں تبدیل کرنے کے لئے حضرت انسان کو کچھ خود بھی محنت اور مشقت اٹھانا پڑتی ہے اور وہ ہے پانی کی طلب اور چراگاہوں، سبز ازاروں اور لالہ زاروں کی حفاظت اور نگہبانی کرنا، بہر حال یہ دو نعمتیں ہیں جن کے لئے زمین کو سازگار اللہ ہی نے بنایا ہے۔ زمین کی کمال میں صلاحیت اور پانی کا نفوذ سمودینے والے رب سے بعید اور مشکل نہیں کہ وہ حضرت انسان کو دوبارہ پیہر فرمادے۔ آیت کریمہ یقین اور ایمان کو مضبوط کرتی ہے کہ مرنے کے بعد پھر ایک وسیع اور ہمیشہ رہنے والی زندگی ہے۔ جس کی لذت اور نشاط صریح اس دنیا میں ہی ایمان کو مستحکم کرنے اور اعمال کو صالح بنانے میں مضر ہے۔

وَالْجِبَالُ أَمْ سَهَاكُ

”اور پہاڑوں کو زمین سے ابھار دیا“۔

تفسیر بطبری میں حضرت علی المرتضیٰ ؑ کی ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین کو پیدا کیا تو وہ تھر تھری تھی اور عرض کرنے لگی: اے رب تو مجھ پر آدم اور اس کی اولاد پیدا کر رہا ہے، وہ اپنا گندھ پھ پھڑالیں گے اور نا فرمانیاں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا جال زمین میں گاڑ دیا جس سے زمین میں ٹھہراؤ آ گیا۔ بہت سے کوہستانی سلسلے تمہاری نگاہوں میں ہیں اور بہت سے تمہاری نظروں سے وچھل ہیں۔ زمین کا پہاڑوں کے ٹکڑاٹکڑے کے بعد سکون میں آ جانا بالکل ایسے ہی تھا جیسے تم اونت کو ذبح کرتے ہو تو اس کا گوشت تھرتھرتا ہے اور تھوڑی سی دیر بعد اس پر سکون طاری ہو جاتا ہے (63)۔

حضرت علیؑ سے زمین پر زلزلوں کی روحانی وجہ نقل کی گئی۔ اس امر کو بھی اس کے ساتھ جمع کیا جاسکتا ہے کہ زلزلوں کی وجہ زمین کی تخلیق کے بعد بڑے بڑے طوفانوں کا آنا اور ممکن ہے ان ہی ہوائی آندھیوں میں مد و جزر کے ساتھ ریت اور پتھر کے ٹیلوں کو اڑا کر پہاڑوں میں تبدیل کر دیا گیا ہو اور اس کی بنیاد میں سورج اور چاند کی وہ کشش جو جس کا اثر زمین پر پڑتا ہے یا پھر زمین کے اندر پھسلنے والے مواد ہوں جو شگافی کشش سے معرض وجود میں آئے ہوں بہر حال پہاڑوں کو بھانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمین کی سطح درست ہوئی اور اس کو قابل زراعت بنا دیا گیا۔

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلَا تَعْمَلُمْ ۝

”یہ تمہارے لیے اور تمہارے چوپایوں کے لیے سامانِ منفعت ہے۔“

یہ زمین اور آسمان کی تخلیق، یہ نور و ظلمت کے سلسلے، یہ لیل و نہار کے انقلابات، یہ حوادثِ زمانہ، یہ زمین کی اونچ نیچ کا انتظام، یہ بند یوں اور تالوں کی دوڑیں، یہ سمندروں اور دریاؤں کی خراماں خراماں چالیں اور پہاڑوں کے ذریعے زمین کی نگہبانی کا یہ حسن انتظام سب کچھ تمہارے فائدے کے لئے ہے اور تمہارے ساتھ ساتھ تمہیں یہ کام دینے والے چوپائیوں کے لئے بھی ہے تاکہ تمہارے لئے سبوتیں رحمت کے پر مزید بچھا دیں۔ انسان اللہ کا زمین پر خلیفہ معظم ہے۔ ضرورت تھی کہ اس کے لئے ”ارتقا فائت“ اپنے درپے وا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے زمین پر بیٹھ کرنے والے انسان کو زندگی گزارنے کے تمام وسائل فراہم فرما دیئے۔ سوچنے والی بات تو یہ ہے کہ جس نے ان جدت طرازیوں سے انسان کو یہ موزوں ماحول، آب و ہوا کی موافقت اور وسائل، ذرائع عطا فرمائے۔ اگر آج اس سے یہ سب کچھ ممکن ہوا تو آنے والے لاکھوں کے لئے عقل و شعور کو جہالت کے قید خانے میں بند تو نہیں ہو جانا چاہیے۔ مان لینا چاہیے اللہ بھرتے موت کے بعد زندگی عطا فرما کر جو جنت والے ہیں انہیں جنت میں داخل فرمائے گا اور جنہوں نے اسے ناراض کر دیا تو آگ کے شعلے ہی ان کا ٹھکانہ ہوگا۔ اللہ دوزخ کی آگ سے بچائے۔

قَادًا جَاءَتْ الظَّالِمَةُ الْكُبْرَى ۝

”پس جب آجائے گی سب سے بڑی آفت۔“

راغب اصفہانی اور زبیدی حنفی نے لکھا کہ لغت میں ظلم غالب آنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے (64)۔

عربی زبان میں سمندر کو ظلم کہتے ہیں اس لئے کہ وہ ہر چیز پر غالب رہتا ہے۔ ہمارے علمائے کرام جس عالم کی عظمت اور فضیلت بیان کرنا چاہیں اسے ظہر ظام کہہ دیتے ہیں مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ ایسا ظلم مند انسان ہے جو سب پر غالب ہے۔ ایسی مصیبت جو برداشت سے نکل جائے اسے ”ظلمہ“ کہہ دیتے ہیں۔ قیامت کے لئے ”ظلمہ“ لفظ کا استعمال اس کے غالب اور بھاری ہونے کے معنوں میں ہے، پھر ظلمہ کہہ کر اسے کبھی کبھار صفت تاکید کی ہے اور مصیبت میں شدت اور زور و غلبہ بیان کرنے کے معنوں میں ہے۔

آیت میں ظلمہ سے مراد کیا ہے؟

اس میں چار قول ہیں:

پہلا قول حضرت حسن بصریؒ کا ہے آپ اس سے دوسری مرتبہ صورت پھونکنا مراد لیتے تھے۔

حضرت ربیع کے نزدیک وہ گھڑی ظلمہ جس میں دہشت بردوز قیامت انتہا پر پہنچ جائے گی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

اور چوتھا قول مجاہد کا ہے وہ فرماتے ہیں وہ گھڑی جب اہل جنت کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور دوزخ والے دوزخ میں داخل ہوں گے (65)۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے یہ بھی لکھا ہے۔ قتال کے نزدیک دوزخ کا بے حجاب کر دینا ہے جب اہل صراط اس کی پشت پر قائم ہو جائے گی اور مومن اس سے گزریں گے (66)۔

ایک روایت میں ہے کہ دوزخ کا فروں کے لئے نمایاں ہوگی وہاں سے دیکھیں گے۔ رہ گئے مومن تو وہ رحمت کے پروے میں گزریں گے۔ واللہ اعلم

يَوْمَ يَسُدُّ كَرُّ الْإِنْسَانِ مَا سَعَى ۝

”جس دن انسان یاد کرنے کا اُس کو شش کو جو اُس نے کی ہوگی۔“

انسانی زندگی دنیا کے جنگل میں چٹوکی طرح تھوڑی دیر کے لئے چمکتی ہے پھر اس معمولی سے کیڑے کی طرح مختصر عمر انہماک پہنچ کر فنا

کے سراب میں گم ہو جاتی ہے۔ انسان کے لئے جہان رنگ و بو میں سہولت کے ساتھ حیات بسر کرنے کے لئے بڑے سار و سامان فطرت نے دویعت کیے ہیں لیکن یہ سب نظارے انتہائی مختصر عمر رکھتے ہیں۔ قیامت کا حادثہ جب بڑی مصیبت بن کر چھا جائے گا ہر سو جہراگئی قاسم و حشمت بنی ہوگی۔ جب یہ بڑا حادثہ رونما ہوگا۔ انسانوں کی آنکھیں کھلی رہ جائیں گی اور وہ گزری ہوئی زندگی کے جہد و تہمتہ صفوں کو خود کھول لیں گے۔ اعمال اچھے۔ بول پاؤں کے گرفت میں لائے جائیں گے لیکن انسان کا اس وقت اعمال و افکار کو یاد کر کے دوا دیا چھانا کوئی فائدہ نہ دے گا۔ نیک لوگ بھی سوچیں گے کہ کچھ اور نیکیاں کمالیتے تو کتنا اچھا ہوتا اور معصمتوں میں ڈوبے ہوئے لوگ چاہیں گے کہ کچھ مہلت مل جائے تو وہ پھر دنیا میں واپس لوٹ کر نقصان کی سلاخی کر لیتے۔ سورہ فرقان میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ”اس وقت اگر وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دانتوں سے بھی کاٹیں گے تو کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔“

”بند کسر“ مضمار کا صیغہ استمرار کا فائدہ دیتا ہے۔ قیامت میں وقت کا میزبان اگر چہ اپنی حقیقت کھو بیٹھے گا لیکن پھر بھی مضمار کا صیغہ دام معنوی کا حسن لئے کر جلوہ گری کرتا ہے گویا وہ لوگ پیدائش سے لے کر موت تک ایک ایک لمحے کے عمل میں ڈوب کر یاد کر رہے ہوں گے۔ گویا ان کا یہ طویل مراۃ محیط زندگی ہوگا۔ قرآن مجید میں مضمار کا صیغہ بڑا لطف اور لذت رکھتا ہے لیکن مضامحت کا مقصد تو آج قیامت کے حادثہ پر یقین کو مضبوط کرتا ہے۔

وَبُذِّبَتِ الْجَنَّةُ لِمَنْ يَشَاءُ ۝

”اور بھڑکتی دوزخ ظاہر کر دی جائے گی ہر اُس کے لئے جو دیکھتا ہے۔“

یہ آیت بتاتی ہے کہ جہنم کو ہر دیکھنے والے کے لئے ظاہر اور آشکار کر دیا جائے گا۔ سورہ شعرا میں ارشاد ہوا کہ جہنم بیکے ہوئے لوگوں کے لئے آشکار کر دی جائے گی (67)۔

امام رازی نے دونوں آیتوں میں خوبصورت تطبیق دی ہے کہ جہنم کافروں کا وطن ہوگا اور مومن تو اسے دور سے دیکھیں گے اس لئے دو نوس کے دیکھنے میں زمین آسمان کو فرق ہے (68)۔

رسول کریم ﷺ کے ارشادات بات کو پوری طرح واضح کر دیتے ہیں کہ مومن جب پل صراط سے گزریں گے جہنم کہے گی جلدی گزر جاؤ تمہارے نور سے میری آگ بجھتا چاہتی ہے۔ ایک حدیث میں اعلیٰ درجوں کے اہل جنت کا متوسط درجوں کے جنتیوں سے ایک مذاکرہ نقل کیا گیا کہ اعلیٰ والے متوسط والوں سے پوچھیں گے وہ دوزخ کدھر گئی ہم نے دیکھی نہیں، جواب میں وہ کہیں گے جو ہم نے دور سے دیکھی تھی، وہی تو دوزخ تھی۔ ممکن ہے اہل اللہ اپنے نور کی شدت کی وجہ سے دوزخ کو دیکھ نہ پائیں گے (69)۔

آیت کا مقصد دوزخ کی ہولناکی بیان کرنا ہے اور یہ بھی کہ وقوع آخرت کا تصور کوئی کھیل متا نہیں ایسی حقیقت ہے جو روز روشن کی طرح اظہر ہوگی۔ وہ لوگ جو آج اپنے نفوس کو ہدیٰ کی آگ میں جلا رہے ہیں کل دوزخ کی آگ کو وہ ضرور دیکھ لیں گے۔ سورہ عنکبوت نے کہا ہے ”وان جہنم لمحیطۃ بالکفرین“ بے شک جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے (70)۔

فَأَمَّا مَنْ كَفَرَ ۖ وَآثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۖ فَإِنَّ الْجَهَنَّمَ هِيَ الْمَأْوٰی ۝

”پس جس نے سرکشی کی، اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی، تو بے شک بھڑکتی دوزخ وہی ٹھکانہ ہوگا۔“

نار جہنم کے آشکار ہونے کو قرآن حکیم نے بیان کرنے کے بعد دو بڑی خصالتوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے: ایک سرکشی اور دوسری دنیوی زندگی کی ایسی دل بستگی جس میں اخروی زندگی پر یقین موقوف ہو۔

طغیان حدود سے مستحاذ ہونے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ سیلاب کو طغیانی سے اس لئے تعبیر کر دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی مقاد گزر گاہ سے تجاوز کر جاتا ہے۔ طغیانی اگرچہ ہر تنکبر اور مغرور شخص کو کہہ دیتے ہیں لیکن اصطلاح میں قرآنی ہدایات کی روشن گزر گاہوں سے جو بھی تجاوز کرے وہ طغیانی ہوگا۔ یہاں آیت میں سرکشی اور طغیانی کو موضوع فکر بنایا گیا ہے اس لئے کہ یہ مرض اکثر خود کو بڑا سمجھے کی جز سے پیدا ہوتا ہے۔ فرعون جیسا باغی اور طغیانی شخص اس سرطان میں مبتلا ہوا تھا۔

اعتقاد خرابی کے بیان کرنے کے بعد قرآن حکیم نے عملی نادکی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ شخص جو اس دنیا کی فانی لذتوں کو ہدیٰ تصور کرنے لگ جائے اور ہر بات میں دنیوی زندگی ہی کے تقاضوں کو مقدم رکھے وہ جاہل عبودیت پر کبھی خیریت سے چل نہیں سکتا۔ تنکبر، غرور اور اس دنیا کو پائیدار چاہنا بالآخر انسان کو نار جہنم تک جا پہنچاتا ہے۔

امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ جب یہ دونوں باتیں کسی میں متبع ہوئیں، عقلی قوت کی بربادی جس نے بندے سے بندگی کی فکری

”بندہ جب تک خواہش نفس میں لگا رہتا ہے وہ نفس اور شیطان کی اطاعت میں ہوتا ہے۔ خواہش نفس سے بالکل آزاد ہو جانا ولایت سے وابستہ ہے اور کامل ترین خدا پرست موقوف ہے (72)۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا اکابر میں سے کسی شخص معظم کا قول نقل فرماتے ہیں، انہوں نے اپنے ایک مرید سے مخاطب ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا: بیٹا!

مجھے یہ اندیشہ نہیں کہ شیطان کی تیرے پاس گناہ کے راستے سے رسائی ہوگئی۔
مجھے تو یہ خوف ہے کہ شیطان نیکیوں کے راستے سے کہیں تجھ تک نہ پہنچ جاوے۔
ترک ہوئی کے حین درجے ہیں:

ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ عقائد میں سلف کی اطاعت کرے
اور ان کی مخالفت سے باز رہے۔

اوسط یہ ہے کہ گناہ کے وقت سوچے کہ اسے حساب کے لئے اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔ اس درجہ میں مفلکوک چیزوں کو بھی چھوڑ دینا ہے۔
اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ضروریات پر جواز کا دائرہ محدود کر دے یعنی غیر ضروری چیزوں کی خواہش ترک کر دے (73)۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسِيهَا ۖ قُلْ فِيمَ أَنتُمْ ذِكْرُهَا ۝

”آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کب وہ قائم ہوگی، تو آپ کو اس کا وقت بتانے سے کیا غرض؟“

آیت کی ترکیب اور ترتیب بتاتی ہے کہ مکہ کے منکرین معاشرے میں رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے اثرات ذہنوں میں کم از کم یہ کشمکش پیدا ہوگئی کہ ایک اور زندگی یقیناً ہمارے سامنے تن بدن میں برقی رو کی طرح لہرانے والی ہے۔ نفسیاتی اعتبار سے وہ لوگ ذہنی تناؤ دور کرنے کے لئے حضور انور ﷺ سے پوچھتے کہ قیامت کب قائم ہونے والی ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق منکرین قیامت زراہ مذاق حضور ﷺ سے دریافت کرتے کہ قیامت کب آ رہی ہے؟ (74) یہ یقینی امر ہے کہ جن دنوں لوگوں کے ذہن میں جو سوال زیادہ گردش کر رہا ہوتا حضور ﷺ بھی اس کا کثرت سے ذکر کرتے اور ایسا کرنا وظیفہ نبوت کی تکمیل ہوتی ہے۔ بعض تفسیر نویسوں نے اس بات کو ایسے بیان کیا ہے جیسے اللہ خود ہی اپنے نبی کی مخالفت کر رہا ہو، معاذ اللہ انہیں کچھ بھی معلوم نہیں وغیرہ وغیرہ۔ ضرورت ہے کہ تفسیری عمود تک رسائی حاصل کی جائے اور وہ ہے لوگوں کے قلب و روح میں قیامت پر یقین اور ایمان اندل دلانا۔ فخر الدین رازی اور خطیب شربینی نے آیت کو خوب سمجھا ہے کہ جملے میں ”فیم“ کو علیحدہ تصور کیا جائے۔ اس صورت میں تفسیری مفہوم یہ ہوگا کہ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں ”فیم“ انہیں کس چیز میں تردد ہے ”انت من ذکرھا“ آپ تو ہیں ہی قیامت کی یاد کرانے والے یعنی آپ قیامت کے ساتھ گویا ملے ہوئے ہیں۔ آپ کا وجود قرب قیامت کی دلیل ہے لہذا آپ قیامت کا ذکر نہیں کریں گے تو کون کرے گا (75)۔

اور اگر ”فیم“ ”کو“ انت من ذکرھا“ سے متعلق مانا جائے تو بھی متصور و علم نبی کی نفی نہیں بلکہ متعین وقت بیان نہ کرنے کی حکمت بھارنا ہے۔ علم نہ ہوا رہ بات ہوتی ہے اور اظہار نہ کرنا اور ہوتا ہے۔ نفی علم کی نہیں اظہار علم کی ہے۔

واللہ اعلم

وقوع قیامت کا متعین وقت پوشیدہ رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ لوگوں میں قوت عمل ختم نہ ہو اور وہ بیداری کے ساتھ دینی احکام پر عمل کرتے رہیں۔

إِنِّي مَتِّبُكَ مُتَّبِعُهَا ۝

”آپ کے رب ہی کی طرف اس کی اتباع ہے۔“

قیامت کا متعین وقت اپنے رب ہی کی طرف اشارہ رکھے، صرف یہی نہیں بلکہ ہر علم کا اصل منبع اللہ ہی کی ذات ہے۔ قیامت کے بارے میں مکمل سائنسی انداز میں آکاہی حاصل کرنے کی کوشش کی بجائے اس کے لئے تیاری پر زور دیا جائے جیسے کہ قیامت کے بارے میں حضور انور ﷺ نے ایک سوال کا جواب ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا تھا کہ
”تم نے اس کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے۔“

جواب میں اعرابی نے کہا:

نہ تو میں نے اس کے لئے زیادہ نمازیں تیار کر رکھی ہیں اور نہ ہی روزے، سوائے اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہوں۔

تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے توجہ کرتا ہے۔

إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرُ مَنِ يَعْمَلْ

”بے شک آپ تو اُسے ڈرسانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہے۔“

محبوب! آپ کا ہدف منصب و موقع قیامت اور اعمال کے عواقب سے لوگوں کو ڈرانا ہے۔ باقی رہا قیامت کا علم تو یہ ان معنیات سے ہے جن کا علم ظن اور تخمینہ، تجربے اور مشاہدے اور ریاضت اور پوچھ گچھ سے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ ان علوم کا فیض تو دلوں پر اتنا ہی برستا ہے جتنا اللہ چاہتا ہے اور قیامت کا متعین وقت پر وہ حکمت میں اس لئے رکھا گیا ہے کہ قیامت سے بعد اور قرب سے لوگوں میں نفسیاتی رد عمل کے ساتھ صحیحہ گیان نہ پیدا کرے۔ اصل بات تو خوف اور ذمہ داری کے احساس سے اصلاح اور ایمان کے صراط مستقیم پر چلنے کی ہے۔

قیامت شہر جس کو نہیں ہولنا کیوں کو سینے ہوئے ایک جہان و راز ہے۔ اس کی تعین کا علم تو جہات کو پوری طرح اپنے اندر سمو لینے والا ہوتا ہے اور اس قدر حیرت زدہ ہو کر میس ہو جانا قیامت کے سوا ہر علم کو چھو کر نہ کا سبب بن سکتا ہے اور نبی کا کام اس علم کی نگہبانی ہے جو انداز کے کام آئے۔ سوا اللہ تعالیٰ نے آپ کے سپرد وہ علوم کئے ہیں جن سے قیامت کی ہولنا کیوں سے مخلوق بچ سکتی ہے لیکن اس انداز کا فائدہ تو انہی لوگوں کو پہنچ سکتا ہے جن کے دل میں خشیت ہو۔

كَانَ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَدٌ لَّهُمْ الْآعِشِيَّةُ أَوْ صُحْبَانُ

”گو یا وہ دن جب وہ اسے دیکھ لیں گے لگے گا (تو وہ خیال کریں گے) کہ وہ دن کے پچھلے پہر بظہرے تھے یا اس کے اگلے پہر۔“

علامہ مارودنی نے لکھا کہ کفار جس وقت قیامت کو رو برو دیکھ لیں گے تو پھر ان کے احساس کو دھچک لگے گا اور وہ سمجھ جائیں گے کہ وہ دنیا میں اور قبروں میں محدود سے وقت کے لئے رہے ایسے ہی جیسے زوال کے بعد کا تھوڑا سا وقت ہوتا ہے یا چاشت کا وقت ہوتا ہے (76) ابن کثیر نے کہا کہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ دنیاوی زندگی کی مدت کو وہ کم سمجھیں گے (77) فائدہ نے کہا کہ ان لوگوں کی نظر میں دنیا اسی قدر ہوگی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور انور ﷺ کے پاس اعرابی آتے اور پوچھتے قیامت کب آئے گی تو آپ انہیں سمجھاتے کہ یہ بچہ اگر زندہ رہا تو تم پر قیامت قائم ہوگی۔ یعنی تم لوگوں کی موت اس کی طبعی عمر سے پہلے ہے۔ گو یا تمہاری قیامت موت ہے (78)۔

سورہ النازعات کی تفسیر زوال کے بعد یسعون اللہ الوہاب انتقام کو پہنچی، مؤذن نے ظہر کی اذان دی ہے، ایسے لگا جیسے سورج کی چمکی کرنوں پر چمکی طاری ہوگی، ہر عہد کی لذت پانے کے لئے کتا میں سیٹ لی ہیں۔ مسجد کی طرف بڑھنے لگا ہوں اور علی اور حسین کے عہد سے یاد آگئے۔ اقبال نے صحیح کہا تھا:

وہی سجدہ لائق اہتمام
کہ ہو جس سے ہر سجدہ تجھ پر حرام

یا راتھا!

ان لوگوں کی صحبت نصیب فرما جو تیرے مقام سے خائف ہیں۔

اسے دل کی دھڑکنوں میں راز زندگی سونے والے!

نفس کو ہوا و ہوس سے نجات عطا فرما۔

پروردگار!

تدبیر زندگی کا حسن دے دے۔

اپنی طرف دڑنے والوں میں شامل فرما دے۔

اور

بہشت بریں کو مرجع و مقاب بنا دے۔

اور

میرے مولا!

پاؤں مولا

خنجر کی دھار جس نے رگ جاں سے کاٹ دی
وہ اعتبار عظمت آدم ہی اور تھا

اے میرے اللہ

میرے مالک

میرے مجبور

میرے دل کی مراد

عالم برزخ سے عالم قیامت تک

امن دینا، سکون پانٹنا اور طمینان سے نواز دینا۔

تیری مدد کے طلبگار ہیں۔

ایاک نعبد و ایاک نستعین

و صلی اللہ علیٰ حبیبہ و آلہ و اصحابہ اجمعین

حوالہ جات

- (1) مفاتیح الغیب: امام فخر الدین رازی، ایضاً انوار التزیل: بیضاوی، ایضاً جلالین، ایضاً روح البیان، ایضاً مظہری، ایضاً فتح القدیر، ایضاً زنجیری، ایضاً معارف القرآن، ایضاً تفسیر صوفی قلمی نسخہ اربع شریف
- (2) تاویلات اہل سنیہ: ابو منصور ماتریدی، ایضاً تفسیر القرآن ابن کثیر، ایضاً روح المعانی: آلوسی
- (3) تفسیر القرآن: ابن کثیر، ایضاً مظہری، ایضاً مجمع الباس، ایضاً آلوسی، ایضاً عمود، ایضاً نور الثقلین، ایضاً مجمع البیان، ایضاً نسیاء القرآن وغیرہ
- (4) لسان العرب، ابن منظور، ایضاً تاج العرب، ایضاً محیط، ایضاً المفردات، ایضاً لغات القرآن، ایضاً قاموس
- (5) تفسیر القرآن، ابن منظور، ایضاً آلوسی، ایضاً ابو منصور ماتریدی
- (6) نسیاء القرآن: بیہ کرم شاہ، الازہری، ایضاً تفسیر مظہری: قاضی ثناء اللہ پانی پتی
- (7) روح البیان: اسماعیل حقی
- (8) معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ایضاً تفسیر حسنا: ابو الحسنات
- (9) المفردات: رافع، ایضاً تاج العروس، لسان العرب
- (10) تفسیر قرطبی: امام قرطبی
- (11) زاد المسیر: ابن جوزی، ایضاً قرطبی
- (12) الجامع الاحکام القرآن: قرطبی
- (13) الجامع الاحکام القرآن: قرطبی
- (14) روح البیان: اسماعیل حقی، قرطبی، زاد المسیر
- (15) الصحاح: جوہری
- (16) التحریر: ابن عاشور، بیضاوی، ایضاً شیخ زاوہ
- (17) مدارک التنزیل: نسفی، ایضاً قرطبی، ایضاً رازی، ایضاً طہری
- (18) الجامع الاحکام القرآن: قرطبی
- (19) الجامع الاحکام القرآن: قرطبی، ایضاً تفسیر کبیر: رازی، ایضاً شیخ زاوہ
- (20) روح المعانی: آلوسی، ایضاً تاویلات اہل اللہ: ابو منصور ماتریدی، ایضاً روح البیان

(21) تفسیر القرآن: ابن کثیر، ایضاً تفسیر کبیر: رازی

(22) تفسیر القرآن: ابن کثیر

(23) تفسیر القرآن: اسماعیل حقی

(24) درالمحور: جلال الدین سیوطی ایضاً زاد المسیر ایضاً ابن کثیر ایضاً ابن جریر

(25) زاد المسیر: ابن جوزی، ایضاً طبری ایضاً مواهب الرحمن

(26) اسراج منیر: خطیب شرنبنی

(27) تفسیر طبری: ابن جریر ایضاً مواهب بحوالہ ترمذی شریف، مسند امام احمد بن حنبل

(28) روح المعانی: آلوسی ایضاً کشاف: زنجری

(29) حاشیہ بیضاوی: محی الدین شیخ زادہ

(30) التحریر: ابن عاشور ایضاً قرطبی ایضاً آلوسی ایضاً رازی ایضاً ابن کثیر

(31) فی ظلال القرآن: سید قطب

(32) لسان العرب: ابن منظور ایضاً المفردات ایضاً محیط ایضاً تاج

(33) المفردات: راعب اصفہانی

(34) تاج: زبیدی حقی

(35) روح البیان: اسماعیل حقی

(36) روح المعانی: آلوسی

(37) المفردات: راعب اصفہانی ایضاً لسان العرب: ابن منظور ایضاً اسماعیل حقی ایضاً رازی ایضاً قرطبی

(38) تفسیر القرآن: ابن کثیر ایضاً روح البیان: اسماعیل حقی ایضاً تفسیر ابن جریر: طبری ایضاً قرطبی

(39) تفسیر القرآن الحکیم: ابن کثیر

(40) تفسیر کبیر: رازی

(41) تفسیر المرافی: احمد مصطفیٰ مراغی

(42) تاج العروس: زبیدی حقی، ایضاً لسان العرب: ابن منظور ایضاً المفردات: تفسیر مظہری: پانی پتی

(43) تفسیر مظہری: ثناء اللہ پانی

(44) فتح القدیر: شوکانی ایضاً الجامع الاحکام القرآن: قرطبی ایضاً رازی

(45) فتح القدیر: شوکانی

(46) روح البیان: اسماعیل حقی

(47) انوار المتزیل: بیضاوی ایضاً رازی ایضاً محی الدین قوجوی حقی

(48) البحر المدید: ابو عباس احمد بن محمد حسی ایضاً فی ظلال القرآن

(49) حاشیہ بیضاوی: محی الدین شیخ زادہ ایضاً البحر المدید

(50) البحر رالوجیز: ابن عطیہ ایضاً البحر المدید: ایضاً تفسیر ماجدی

(51) تاج العروس: زبیدی ایضاً حاشیہ بیضاوی: شیخ زادہ

(52) الجامع الاحکام القرآن: قرطبی ایضاً رازی ایضاً ابن کثیر ایضاً روح المعانی

(53) التفسیر المبر: زنجلی ایضاً شیخ زادہ ایضاً البحر المدید ایضاً قرطبی

(54) الجامع الاحکام القرآن: قرطبی ایضاً مواهب ایضاً فیاء القرآن ایضاً بدر المسیر

(55) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی

(56) لسان العرب: ابن منظور، قرطبی، رازی، زبیدی حقی لغات القرآن

(57) تالیفات اہل السنۃ: ابو منصور ماتریدی ایضاً محی الدین شیخ زادہ ایضاً رازی

(58) تفسیر القرآن الکریم: ابن کثیر ایضاً ابن جوزی

(59) تفسیر القرآن الکریم: ابن کثیر

(60) تاج العروس: زبیدی ایضاً المفردات: راغب ایضاً تہذیب اللہ

(61) سراج: خطیب شرنجبی ایضاً ابن کثیر ایضاً ابوسعود

(62) فتح القدیر: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ایضاً تفسیر مظہری: ثناء اللہ پانی پتی

(63) تفسیر طبری: ابن جریر طبری ایضاً تفسیر القرآن: ابن کثیر

(64) المفردات: راغب اصفہانی ایضاً تاج: زبیدی حقی ایضاً آلوسی ایضاً رازی

(65) التلک والعیون: ماوردی ایضاً ابن جوزی ایضاً ابن کثیر ایضاً روح ایضاً قرطبی

(66) تفسیر مظہری: قاضی ثناء اللہ پانی پتی

(67) القرآن: سورہ شعرا

(68) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی

(69) مواہب الرحمن: سید امیر

(70) سورہ مکتوبات: 54

(71) تفسیر کبیر: امام فخر الدین رازی

(72) تفسیر مظہری: قاضی ثناء اللہ پانی پتی ایضاً مکتوبات شریف

(73) تفسیر مظہری: قاضی ثناء اللہ پانی پتی

(74) تفسیر ماوردی: ماوردی ایضاً قرطبی ایضاً رازی ایضاً ابن کثیر

(75) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی ایضاً سراج: خطیب شرنجبی

(76) التلک والعیون: ماوردی

(77) تفسیر القرآن الکریم: ابن کثیر

(78) مواہب الرحمن: سید امیر علی

پھول ہمارے آنگن کا

کس قدر گمراہ کن ہے یہ کہاوت، اخلاقی بندش نے عقلی دہل دیتی ہے
 بیٹے کچھ بھی کر گزریں، وہ تو اک بھول ہوتی ہے
 ہے قلب و نظر کا نور یہ جاں فزا حقیقت، دل سے قبول ہوتی ہے
 پیکر عصمت و رعنائی بیٹی ہر گھر کی عزت کا پھول ہوتی ہے
 یہ کہا جاتا ہے ماں کے قدموں تلے جنت ہوتی ہے
 دیکھا جائے اگر تو جنت کی بنیاد یہی بیٹی ہوتی ہے
 نگہداشت پہ اس کی باغیاں کی خاص نظر ہوتی ہے
 یہ پھول ہمارے آنگن کا امانت دوسرے گھر کی ہوتی ہے
 گو قناعت پسند، سراپا ایثار، شکر و رضا کا پیکر ہوتی ہے
 پھر بھی نصیب اچھا ہو سب کی دعا اور فکر ہوتی ہے
 بچپن ہی سے حساس طبیعت دل میں بے لوث محبت لئے بٹتی ہے
 اور وقت کے ساتھ ساتھ یہی محبت ممتا کے روپ میں ڈھلتی ہے
 جیسے سوکھی بنجر زمین پر رست کا مینہ برستا ہے
 بھائی پر واہ کرب نہ کرے تکلیف میں بہن کا پیار جھلکتا ہے
 ماں باپ پر فدا اس کی فطرت، بھائیوں پہ غار اس کی سرشت
 پھر بھی مثل کے اندھے سمجھتے ہیں اس کا وجود اک مصیبت
 پیدا ہو اگر بیٹا تو خوشی کے شادیانے بجائے جاتے ہیں
 پیدا ہوتی ہے جب یہ غریب تو منہ لٹکائے جاتے ہیں

سباغ



راہِ خداوندی میں جہاد کی فضیلت

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال مر رجل من اصحاب النبی ﷺ يشعب ليه عينيه من ماء عذبة فاعجبة بطيبها فقال لو اعترلت الناس لاقمت في هذا الشعب و من الفعل حتى يستأذن رسول الله ﷺ فذكر ذلك برسول الله ﷺ فقال لا تفعل فان مقام احدكم في سبيل الله افضل من صلوة في بيته سبعين عاما الا تحيون ان يغفر الله لكم ويدخلكم الجنة اغزوا في سبيل الله من قاتل في سبيل الله لواق ناقة و جيت له الجنة. هذا حديث حسن (جامع ترمذی جلد اول ص ۳۲۸ باب فی الفہم والروای فی کتبہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (فرماتے ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے ایک شخص ایک ایسی گھائی سے گزرا جس میں نیچے پانی کا چھوٹا سا چشمہ تھا۔ اپنی پاکیزگی (اور عمدگی) کی وجہ سے وہ چشمہ آپ کو پسند آیا تو آپ نے فرمایا کاش میں لوگوں سے الگ ہو کر اس گھائی میں ٹھہر جاؤں (لیکن) میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب نہ کروں۔ اس نے یہ بات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے فرمایا ایسا نہ کرنا یہ شک تم میں سے کسی ایک کا اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد میں) کھڑا ہونا اس کی اپنے گھر میں ستر سال پڑھی جانے والی نماز سے افضل ہے۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی بخشش فرما دے اور تمہیں جنت میں داخل کرے۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو جو شخص ایک اونٹنی کو دو مرد جو دو ہنسنے کے درمیان والی مدت (کی مقدار) اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔

شعب (شعین کے بیٹے زید کے ساتھ) پہاڑ کے اندر راستہ پہاڑ کے دامن میں پانی جاری کا راستہ اور دو پہاڑوں کے درمیان کھلی جگہ کو کہتے ہیں۔ (یعنی گھائی)

عینہ: عین کی تصغیر ہے یعنی چھوٹا چشمہ

عذبة: میٹھا پانی (کھارے پانی کا مقابل)

فوق: اونٹنی کا دو دو ہونے کے بعد دوسری مرتبہ دو ہونے سے پہلے درمیان کا وقت "فوق" کہلاتا ہے۔

اس حدیث کا بنیادی موضوع اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کی افضلیت ہے لیکن اس کے علاوہ بھی اس حدیث پاک میں کئی دوسری باتیں ہیں۔ پہلی بات یہ کہ جب بھی کسی کام کا خیال آئے تو اس کے بارے میں قرآن و حدیث کو پیش نظر رکھا جائے، نیز علماء و باتین سے مشاورت کی جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کام نامناسب یا غیر افضل ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں صحابہ کرام کو جب کسی چیز کی خواہش ہوتی تو وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت لینا ضروری سمجھتے تھے۔ گویا وہ اپنی خواہش کو ترجیح دینے کی بجائے آپ کے ارشادات مبارکہ اور آپ کی ہدایت کو ترجیح دیتے تھے اور یہی ایک مسلمان کے ایمان اور اسلام کا تقاضا ہے۔

چنانچہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند آئی کہ وہ اس گھائی میں جہاں ٹھہرے پانی کا چشمہ ہے (اور عرب میں اس دور میں ٹھہرے پانی کی اہمیت بہت زیادہ تھی کیونکہ اس طرح کا پانی نایاب یا کمیاب تھا) وہاں قیام کریں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں وقت گزاریں۔ لیکن انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر ایسا کرنا مناسب نہ سمجھا اس لئے تاکید کے ساتھ یہ بات پسند فرمائی کہ میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا جب تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب نہ کروں۔ اس لئے انہوں نے "لن افعل" نفی تاکید کا صیغہ استعمال فرمایا، گویا ہمیں اس حدیث سے یہ درس ملا کہ مومن کو کوئی بھی کام کرتے وقت اسلامی تعلیمات کی کسوٹی پر اسے پرکھنا چاہیے۔

دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قیام ستر سال کی نماز سے بہتر ہے۔ جو نماز کوئی شخص گھر میں پڑھتا ہے اس نماز سے نقلی نماز مراد ہوگی کیونکہ گھر میں پڑھنا اس بات کا قرینہ ہے اس لئے کہ مومن فرض نماز مسجد میں باجماعت پڑھتا ہے نقل نماز بارگاہ خداوندی کے قرب کا ذریعہ ہے جس طرح ایک دوسری حدیث شریف میں بتایا گیا کہ بندہ نوافل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب اختیار کرتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے محبوب بنا لیتا ہے۔

لیکن اس کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف چند سالوں نہیں بلکہ ستر سال کی نماز سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں قیام کو افضل قرار دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عام طور پر قیام فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہوتا ہے اور یہاں بھی بنیادی طور پر جہاد ہی مراد ہے جس طرح "عزو فی سبیل اللہ" کے الفاظ مبارکہ اس پر قرینہ ہیں، لیکن اگر ہم "فی سبیل اللہ" قیام وسیع کاظم میں دیکھیں تو یہ بات واضح ہوگی کہ وہ لوگ جو علوم دینیہ کی تعلیم و تعلم میں مصروف رہ کر ایک ایسی جماعت تیار کرتے ہیں جو بدی کی قوتوں کا مقابلہ کرتی ہے وہ بھی "فی سبیل اللہ" لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔

وہ لوگ جو باطل نظریات اور غیر اسلامی اعتقادات کا قلع قمع کرنے کے لئے حکمت اور دانائی کے ساتھ اپنی زبان اور اپنے قلم کو استعمال کر کے ملت اسلامیہ کو بدعتیہ گئی کی نجاست سے دور رکھتے ہیں وہ بھی "فی سبیل اللہ" لوگوں کی فہرست میں شامل ہیں اور وہ لوگ جو معاشرتی بگاڑ اور خرابیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتے اور ایک صالح معاشرہ کے قیام کے لئے جدوجہد میں مصروف ہیں وہ بھی فی سبیل اللہ قائم ہیں۔

اس لئے جہاد فی سبیل اللہ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ مال کے ساتھ جہاد، گوار (یعنی ہر دور کے مطابق اسلحہ) کے ساتھ جہاد، قلم کے ذریعے

جہاد، قیام فی سبیل اللہ ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے کچھ وقت یعنی اونٹنی کے دو دھوہ بار دوہنے کے درمیان والی مدت کے مطابق جہاد میں وقت خرچ کرنے والوں کو خوشخبری دی، جو اس بات کی علامت اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر مسلمان زیادہ وقت نہ سہی کچھ وقت بھی جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور جنت کی خوشخبری حاصل کرتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

و فضل اللہ المجاہدین علی القاعدین اجرا عظیم (سورہ نسا آیت: ۹۵)

”اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو چیلنے والوں پر بہت بڑے اجر کے ساتھ فضیلت عطا فرمائی۔“

اسی آیت کی تفسیر اس حدیث شریف میں بیان کی گئی۔

صحابہ کرام نے دشمنان اسلام کے خلاف جہاد کی خاطر آسائش اور آرام کو بھی قربان کر دیا جس کی واضح مثال غزوہ تبوک ہے۔ گرمی کے موسم میں تیار پھلوں، سایہ دار درختوں اور ٹھنڈے پانی کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے دین کی سر بلندی کے لئے میدان جہاد میں ٹھکانا صحابہ کرام کا وہ کارنامہ ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔

مجاہد فی سبیل اللہ اپنی جان اور مال کا نذرانہ پیش کر کے دین حق کی سر بلندی کا باعث بنتا ہے اس لئے اس کا اجر بھی بہت بڑا ہے۔ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

ما من عبد یموت له عند اللہ خیر یحب ان یرجع الی الدنیا وان له الدنیا وما فیہا الا الشہید لما یری من فضل الشہادۃ فانہ یحب ان یرجع الی الدنیا لیقفل مرۃ اخری .

(جامع ترمذی جلد اول ص ۳۲۶، باب ما جاء فی ثواب الشہید)

”جو شخص فوت ہوتا ہے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں بھلائی ہے وہ دنیا کی طرف واپس آنا اور دنیا اور جو کچھ اس میں اس کا حاصل کرنا پسند نہیں کرتا سوائے شہید کے وہ شہادت کی فضیلت دیکھنے کی وجہ سے پسند کرے گا کہ وہ دوبارہ دنیا میں آئے اور ایک مرتبہ پھر شہادت کا مقام حاصل کرے۔“

معلوم ہوا کہ جہاد کی فضیلت نقلی نماز سے زیادہ ہے اور جو لوگ جس جس انداز میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم مرتبہ اور بلند درجات کے حامل ہیں اور اسلام کے فروغ اور عالمی سطح پر اسلام کے خلاف سازشوں کے قلع قمع کے لئے جہاد ضروری ہے۔ لیکن یہ بات بھی ہمیشہ پیش نظر رہے کہ فرقہ واریت کو ہوا دینا، امت مسلمہ کے بے گناہ لوگوں کو شہید کرنا جہاد نہیں ہے۔ جہاد کفر اور ہدٰی کے خلاف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق النہین اسلام کے خلاف ہر محاذ پر جہاد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔



شیخ الاسلام سلطان محمد صالح المنجد

۱۳ کتب و نشر اقبال پوری

حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے پتے کی بات کہی تھی کہ بے یقینی غلام سے بدتر ہوا کرتی ہے۔ ہمارا آج کا المیہ یہی ہے کہ غیر آزادوں کی غلامی سے تو ہم نے آزادی حاصل کر لی مگر اپنے وجود، اپنی انا، اپنی حریت اور اپنی صلاحیت کے یقین سے محروم رہے، بظاہر آزادیاں حاصل کر لینے کے باوجود ہم اپنی سیاسی اور معاشی پالیسیاں بنانے میں تو اغیار کے محتاج تھے، یہی اب ہم نے سماجی رویوں اور دینی اقدار کو بھی بدلتی رتوں کے ساتھ بدلنا شروع کر دیا ہے۔ فنی معریت اور فکری مایوسی کا یہ عالم ہے کہ ہمارے بعض نام نہاد دانش کار قرآنی تعلیمات کو اس طرح بدلنے کے مشورے دے رہے ہیں کہ ان میں کہیں لفظ جہاد نظر نہ آئے تاکہ عالمی طاقتیں ہم سے خوش ہو جائیں۔ ایسی صورت حال میں جبکہ قوموں کی فکری آبیاری کرنے والوں کی صفوں میں ایسے لوگ گھس آئے ہوں جو پوری قومی تاریخ ہی کو مشکوک قرار دے رہے ہوں، اپنے فتنوں کی سیاسی سے بے یقینی کے اندھیرے کاشت کر رہے ہوں، اپنے ہاتھوں اپنی تاریخ کو مسخ کر رہے ہوں۔ سلطان شہاب الدین غوری اور سلطان محمود غزنوی اور محمد بن قاسم بدلیسی اور لٹیرے قرار دے رہے ہوں، ضرورت ہے کہ اندھیروں کی اس فصل کو پروان چڑھنے سے قبل ہی اکھاڑ پھینکا جائے اور صداقت، حریت، شجاعت، خود اعتمادی اور یقین کے اجالے عام کئے جائیں۔ آج ایک ایسی ہی سراپا یقین و حریت شخصیت کا تذکرہ ہے جس نے اسلامی ہندوستان کی غلامی کے خلاف سب سے پہلے علم آزادی بلند کیا، اگر اس وقت کے مسلم نواب اور راجے مہاراجے اس کا ساتھ دیتے تو ہندوستان کو کبھی انگریز کی غلامی کی طویل رات نہ دیکھنا پڑتی۔ غلامی کے پھیلتے اندھیروں میں غیرت و حریت میں اس جھپکتے ستارے کا نام سلطان فتح علی ٹیپو شہید رحمۃ اللہ علیہ ہے جسے اس کے دشمن انگریز نے بھی شہرِ میسور کے نام سے یاد رکھا، مگر دور حقیقت وہ شہرِ میسور ہی نہیں شہرِ اسلام تھا۔ 1782 میں اپنے والد والائی میسور حیدر علی کی وفات پر 32 سال کی عمر میں حاکم بنے اور 1799 میں انگریزوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان کی انچاس سالہ زندگی اور سترہ سالہ دورِ حکمرانی گواہ ہے کہ انہوں نے جو کہا اسے سچ کر دکھایا۔ ان کا کہا ہوا ایک جملہ آج بھی مظلوموں اور محکوموں کی ہمت بندھاتا ہے اور دانش و حکمت کے صحیفوں میں آپ زر سے لکھا جاتا ہے کہ ”شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سوسالہ زندگی سے بہتر ہے“۔ کتب تاریخ کے مطابق ان کے خاندان کا تعلق مشہور درویش شیخ بہول رحمۃ اللہ علیہ سے بتایا جاتا ہے۔ حضرت جمال الدین حسینی المیشوری ٹیپو سوار رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے خادموں سے قریبی رشتہ داری کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ آپ کے والد حیدر علی اور والدہ فخر النساء نے آرنکٹ میں ایک ولی کامل ٹیپوستان کے دربار میں حاضری دے کر بیٹے کی ولادت کی دعا مانگی۔ اللہ نے یہ دعا قبول فرمائی اور انہیں جو بیٹا عطا کیا اس کا نام تو والدین نے فتح علی رکھا مگر تاریخ میں وہ اس ولی کامل ٹیپوستان کی نسبت سے سلطان ٹیپو ہی مشہور ہوا۔ والد نے بچپن ہی میں شاہزادوں کی طرح ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ ماہرِ سائہ سے تیراندازی، نیزہ بازی، گھڑ سواری، فٹن تیراکی اور جنگی چالوں کی تربیت دلائی۔ اٹھارہ برس کی عمر میں انہیں مختلف فوجی مہمات کا سربراہ بنایا گیا، جس میں انہوں نے ذہانت، شجاعت اور فوجی مہارت کا ادا ہمنویا۔ یہی وجہ ہے کہ جب 1782 میں ان کے والد کی اچانک وفات ہوئی تو انہوں نے کاردار مملکت بطریق احسن سنبھال لیا۔ اپنے سترہ سالہ دورِ حکومت میں اگرچہ انہیں مسلسل انگریزوں سے جنگوں کا سامنا رہا مگر اپنی خدا داد فہم و فراست، بصیرت و حکمت اور حسن انتظام سے انہوں نے اپنی مملکت کو ترقی و خوشحالی سے اس طرح ہمکنار کیا کہ ہندو مسلم رعایا ان کی شہادت کے بعد بھی محبت سے انہیں یاد کرتی رہی۔ ان کی خدا ترسی، فیاضی، رعایا دوستی، غریب نوازی اور حب الوطنی کا اثر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں رعایا کی ایسی محبوبیت نصیب فرمائی کہ جو جلال الدین اکبر کا جلال اور اورنگ زیب عالمگیر کا تقویٰ و ورع بھی حاصل نہ کر سکے، یہ ان کی محبوبیت ہی تھی کہ دکن کے لوگ گیتوں اور عورتوں کی لوریوں میں بھی سلطان ٹیپو گنگنا یا جانے لگا تھا۔ کوئی میں لوگ گیتوں کے اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

اللہ کے مکتیوں دعا بارے بار
میرا بیٹا ہوندے ٹیپو جیسا سردار
گنوں گنوں بجتیں نوبت نثارے
ٹیپو کی صفوں کے گمن کائے سارے
میرے اللہ! ٹیپو کی سات ملاں تعریف ہو
جہیں شی آسمان تک ٹیپو کی توصیف ہو

سلطان ٹیپو کی جدوجہد آزادی نے عوام کے دلوں میں انگریزوں سے اپنے ملک کو بچانے کا جذبہ پیدا کر دیا تھا اور یہ جذبہ لوگ گیتوں میں دھل گیا تھا۔

اپنے ذمہ کے طوفان میں چٹا پت مرہندے
انگریزوں ہمارے ملک شی پہلے نشانہ
میرے مولا ٹیپو کو تو ایسی طاقت دیوے
جس کے سہارے انگریزوں نشانہ

عوام کے جذباتوں اور سلطان کی بہادری کے باوجود جب تک دیں تک وطنِ خدادادِ عظیم میر صادق، غلام علی لنگڑا اور ہندو شیر پوریا کی خداری سے جیتی ہوئی بازی ہار میں تبدیل ہوئی اور سلطان ٹیپو شہید ہو گئے تو تب بھی مدتوں تک علاقے کے لوگ گیتوں میں سلطان کا نام محبت و عقیدت کا استعارہ بن کر گونجتا رہا۔ ملاحظہ ہو:

نشیب کی مجبوری کیا سخی میری بھان
ٹیپو جیسے پاشا کی بھی نشیب لی ہے جان
مورتیں پھر کسی ٹیپو جیسے بیٹے کی دعا مانگتی رہیں:

ٹیپو جیسا گھر میں جو ایک پٹا ہوئینکا
مجاراں ، لاکھاں پوانے بھاری ہوئینکا
ہمیں ماواں کے پیٹ میں ایسا پٹا آندے
ٹیپو سریکا وہ شیر نر صوندے

سلطان ٹیپو نے سترہ سالہ دورِ حکومت میں جنگوں میں جتنا رہنے کے باوجود اس حسنِ انتظام سے حکومت کی کہ ان کا چند سالہ دور ہندوستان کے کئی بادشاہوں کی صدیوں کی حکومت پر بھاری ہے۔ انہوں نے اپنی سلطنت کی بنیاد قرآن و سنت اور فقہ حنفی پر رکھی تھی۔ وہ علم و ادب کے دلدادہ تھے۔ ان کی لائبریری ہندوستانی ریاستوں میں ایک لا جواب لائبریری تھی۔ جس میں مختلف زبانوں میں کتب موجود تھیں۔ صنعت و حرفت، زراعت اور ذرائع آمد و رفت میں میسور اپنی مثال آپ تھا۔ انہوں نے مقامی طور پر اسلحہ سازی کی صنعت کو فروغ دیا۔ اس وقت راکٹ کی اختراع کی جب کہ ابھی کسی کے پاس یہ تکنیک نہیں تھی۔ دوسری جنگ عظیم میں اسی قدیم راکٹ کی جدید شکلوں کو استعمال کیا گیا۔

زراعت کے لئے انہوں نے کرشنا راج ساگر ڈیم کی بنیاد رکھی جسے بعد میں راجہ وڈیر نے 1911ء میں دوبارہ تعمیر کروایا۔ بہترین صندل کاشت کروایا۔ بنگال اور چین سے ریشم کے کیڑے لاکر ریشم سازی کی صنعت کو فروغ دیا، ای کا اثر ہے آج بھی ہندوستان کی ریشم سازی میں 75% میسور کا اثر ہے۔ اندرونی نظم و نسق کے ساتھ ساتھ انہوں نے خارجہ پالیسی پر بھی توجہ دی۔ سلطان ترکی اور فرانس کے نیولین بونا پارٹ سے مراسم قائم کئے۔ ان کی بھرپور کوشش تھی کہ انتظام حیدر آباد مرہٹے اور دیگر ریاستوں کے نواب مل کر انگریز کا مقابلہ کریں تاکہ ہندوستان کو بیرونی تسلط اور غلامی سے بچایا جاسکے۔ لیکن افسوس کہ اس وقت کے راجوں مہاراجوں نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ انگریزوں کی سازش میں شریک ہو کر بار بار سلطان پر جنگیں مسلط کرتے رہے۔ اس کے باوجود دہائیوں میں سلطان نے انگریزوں کو شکست فاش دی۔ انگریزوں فوجوں سے ہتھیار کھوائے ان کے جرنیل کو گرفتار کیا مگر وادعہ احرار! میدانِ جنگ میں دشمن کو شکست دینے والے اپنی صفوں کے اندر گھسے ہوئے خدایوں سے نہ بچ سکے۔ جب میر صادق، غلام علی لنگڑا اور پوریا کی ملی جھلتی تانے باندھنے میں داخل ہوئے تو ان میں کامیاب ہو گئے اور سلطان انھیں اگلی صفوں میں وادعہ شجاعت دینے لگے تو ان پر خدایوں کا راز واضح ہوا۔ انہوں نے بعد حسرت و یاس فرمایا: ”اے خدایو! تم اس خداری کا انجام ضرور دیکھو گے تم اور تمہاری سلیس انگریزوں کے ماتحت خدای کی زندگی گزاریں گی۔ تم ایک ایک چادل اور پیاڑ کی ایک ایک ڈلی کو ترسو گے“ افسوس کہ 4 مئی 1799ء جب جی کو جنگ آزادی کا یہ اولین ہیرو و جامِ شہادت نوش کر گیا۔

با کردند خوش رہے شجاع و خون غلظیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان یا کس طعیت را





ساجزادہ پیر غلام صدیقی احمد نقشبندی

مرکزی نائب امیر جماعت اہل سنت پاکستان

انٹرویو پیشکش: عبدالقادر مصطفائی، محمد امجد علی اقبال



خوش لباس، خوش مزاج، خوش اخلاق، مہمان نواز، ہر کام کو ایک ڈھنگ، طریقتے اور سلیقے سے کرنے کے عادی۔۔۔ یہی مریض کے جیس میں عیاری و نگاری اور دیگر سرگرمیوں سے باخبر نا آشنا اور اپنے اسلاف کے پیغام اور تعلیمات کے اصل پیرو اور مبلغ ہیں حضرت ساجزادہ پیر غلام صدیقی احمد نقشبندی مدظلہ العالی جو جامع مسجد گلزار مدینہ کے منتظم اور آستانہ عالیہ گلزار مدینہ کے سجادہ نشین، انجمن گلزار مدینہ کے سربراہ اور جماعت اہل سنت پاکستان کے مدیر اور مجلس قائدین میں سے ہیں۔ حضرت ساجزادہ صاحب ہر کام کو بڑے ہی لگن اور دستور کے مطابق کرنے کے قائل ہیں اور یقیناً کامیابی بھی موقع پر قائم الحرفہ نے حضرت کو ایسے کام بھی کراتے دیکھا جنہیں کرنا ایسے قد کاٹھ کے لوگ اپنے مقام و مرتبہ کی توہین سمجھتے ہیں۔ محترم جناب بہاؤ الدین کے حکم پر حضرت سے انٹرویو کے لئے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: ”نہ کہہ سکتا ہوں مشکل ہو جائے گا“ آپ کی خیال افروز باتیں اور بھائی و بھین اور انجمن کو بہتر بنانے کے حوالہ سے اصلاح طلب گفتگو کا زمین دہل راہ کے پیش خدمت ہے۔

دلیل راہ: اپنے ذاتی تعارف اور تعلیمی مراحل کے حوالے سے آکا فرمائیں؟

پیر صاحب: سیالکوٹ کا زمیندار گھرانہ راجپوت کھوکھر۔ والد صاحب سیالکوٹ سے ہجرت کر کے اپنے پیر صاحب کے ہاں ہجرت تشریف لائے۔ پیر صاحب نے والد صاحب کو اپنا سجادہ نشین مقرر فرمایا۔ اس طرح سے ہمیں آستانہ عالیہ گلزار مدینہ کی چوکیداری کا شرف حاصل ہوا۔ گورنمنٹ پبلک ہائی سکول اور زمیندارہ ہائی سکول ہجرات سے تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں IM.S.O آکٹائیس اور بی۔ ایڈ کیا۔ زمانہ طالب علمی سادہ سادہ گزری کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا۔

دلیل راہ: آپ اپنی بیعت و اسلاف کے تعارف سے آکا فرمائیں؟

پیر صاحب: بیعت پیر مرشد بابا بی محمد علی پشاوروی اور آپ کی وفات کے بعد والد گرامی حضرت صوفی غلام قادر کے دست اقدس پر بیعت کی۔ بابا بی محمد علی کے پیر مرشد صاحبزادہ غلام ونگیم اور ان کے پیر مرشد بابا بی حسن محمد گجراتی تھے جو بابا بی فقیر محمد چوراہی کے خلفاء میں سے ایک ہیں۔



دلیل راہ: آپ کی زیر نگرانی ہجرات شہر میں ایک انتہائی خوبصورت مسجد تعمیر ہوئی اس کی مختصر تعریف و تاریخ۔

پیر صاحب: جامع مسجد گلزار مدینہ صرف ایک مسجد نہیں ایک خانقاہ ہے، ایک نظر یہ ہے، اسلاف کی یادگار ہے، بے شمار

معتقدین کی عقیدت کا مرکز ہے۔ بابا بی محمد علی نے ۱۳۹۱ء میں اس کی تعمیر فرمائی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تعمیر نو کی ضرورت محسوس ہوئی لہذا اس کی تعمیر نو کا شرف مجھے حاصل ہوا۔ سول انجینئرنگ کے لئے کراچی کے مشہور انجینئر عبدالغنی قاسم نے نقشہ تیار کیا جبکہ اس کا آرکیٹیکچر اور تعمیر ساری کی ساری اللہ کے فضل و کرم سے میرے حصے میں آئی، اللہ قول فرمائے آمین

دلیل راہ: یا رسول اللہ ﷺ پکارنے والے غلامان رسول ﷺ کے نمائندہ و متنفذ پلیٹ فارم جماعت اہل سنت پاکستان کے آپ دیرینہ و مخلص قائدین میں سے ہیں۔ جماعت اہل سنت اور اپنی جماعتی زندگی کے حوالے سے کچھ ارشاد فرمائیں؟

پیر صاحب: ہمارے شجرہ پروردگار ہمیں سیدنا فاروق اعظم کی اولاد بناتے ہیں۔ اگر ایسا ہے اور یقیناً ہے تو جس دن حضرت فاروق اعظم ؓ نے آقائے دو جہاں ﷺ کی غلامی اختیار کی، اسی دن سے ان کے صلب میں اہل سنت و جماعت میں شامل ہو گیا۔ باقی رہی موجودہ جماعت اہل سنت جو ایک تنظیمی و تحریکی ڈھانچہ ہے اس کے ساتھ ۹۱ء ۸۷ء کے بعد کچھ سال لوگ جذبہ باتی طور پر متعلق رہے۔ ان کی مناسب رہنمائی نہ کی جا سکی۔ جس کی وجہ سے لوگ بد دل ہونا شروع ہو گئے۔

میرے خیال میں آج جماعت اہل سنت میں دو کردار اہل سنت لیڈر اور راہنما سب موجود ہیں، جو راہنمائی کرنے کی بجائے اپنے ذاتی مفادات کے لئے کوشاں ہیں۔ جماعت کو اگر متحرک کرنا ہے تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مخلص نوجوانوں کو میرٹ پر قیادت سونپیں۔ ذاتی پسند ناپسند ذاتی تعلق و علاقہ سے ہمیں بالاتر ہونا پڑے گا۔

دلیل راہ: جماعت اہل سنت کے تاریخی و یادگار اجتماعات اور انٹرنیشنل سنی بیکریٹھ کے قیام میں آپکا بڑا اہم کردار رہا ہے، لیکن ان دنوں آپ جماعتی معاملات میں اتنے سرگرم و متحرک محسوس نہیں کئے جا رہے؟

پیر صاحب: جماعت اہل سنت کے لئے میں آج بھی درود دل رکھتا ہوں، لیکن میں سمجھتا ہوں اب میری رائے عموماً ناگوار محسوس کی جا رہی ہے، لہذا کنارہ کش ہوں۔ دل جلتا ہے، جلتا رہے گا۔ مرنے کے بعد بھی دل چیر دے گا اس میں بھی جماعت اہل سنت سے محبت پاؤ گے۔

دلیل راہ: اہل سنت و جماعت کے اتحاد کے حوالے سے آپ کیا خیال فرماتے ہیں؟

پیر صاحب: اتحاد و اتفاق کے لئے میں بہت آگے آگے رہا ہوں۔ جب علامہ سید احمد سعید کاظمی اور صاحبزادہ فضل کریم کے درمیان اختلافات نے جگہ کی تو صوفی محمد علی نقشبندی سیالکوٹ والے، امجد علی چشتی کاموکی، صاحبزادہ فضل الرحمن ایکاڑوی اور چند دیگر مخلصین کے

بہراہ اتحاد کی کوشش کی (آج صوفی محمد علی سے جماعت کا کوئی رابطہ نہیں اور بندہ بھی صفائی کے کپڑے کی طرح ایک کونے میں پڑا ہوا ہے البتہ الحاج امجد علی چشتی جو حضرت مولانا سید احمد سعید کاظمی کے مرید خاص ہیں آج بھی جماعت میں بڑی حاسمیت رکھتے ہیں) جو بین آخری مرحلے میں بالارادہ یا بالارادہ مختلف افراد کی طرف سے سہوتا ٹکڑی گئی۔ بعد ازاں ATU کے سابقین کی کوششوں کے نتیجے میں دارالعلوم حزب الاحناف ۳۹۹۱ء میں منعقدہ اجلاس میں جماعت اہل سنت کے تمام گروپ متحد ہو گئے۔ نہایت سکون ملا اور خوشی محسوس ہوئی۔

دلیل راہ۔ متحدہ جماعت اہل سنت کے اہم کارنامے اور موجودہ صورت حال سے آگاہ فرمائیں۔

پیر صاحب۔ جماعت اہل سنت کے ایک ہونے کے بعد اس کے کام کرنے میں نیازی، نورانی اختلافات دقت ڈالتے رہے۔ امیر محترم علامہ سید مظہر سعید کاظمی، جناب شاہ احمد نورانی کے حامی ہوا کرتے اور اس وقت کے ناظم اعلیٰ محترم پیر محمد افضل قادری مدظلہ نیازی گروپ کی طرف میلان رکھتے۔ ہر وقت نورانی کے حق میں کیوں ہے نیازی کے خلاف کیوں ہے۔۔۔ جماعت کے گلے پڑا رہتا۔

پیر افضل قادری صاحب نہایت بہت اور جرأت والے کارکن تھے لیکن ساتھ ہی انہیں اپنے جذبات پر کنٹرول نہیں تھا، عموماً اختلافات کو انا کا مسئلہ بنا لیتے لیکن اس وقت کی کچن کیبنٹ جس میں اس فقیر کے علاوہ جناب امجد علی چشتی، صاحبزادہ فضل الرحمن، سید مصطفیٰ اشرف رضوی، سید محمد صفدر شاہ، جناب احمد عبدالرزاق ساجد اور محمد نواز کھرل شامل تھے، معاملے کو سنبھال اور سلجھا لیتے اور امیر محترم اور ناظم اعلیٰ کے درمیان مٹی کا کام کرتے۔ معاملات کھلے چھپے چلتے رہے بالآخر جامعہ نعیمیہ لاہور میں ایک اجلاس میں مارچ کرنے اور نہ کرنے پر اختلاف ہوا۔ پیر افضل قادری نے مصلحت کو پیش نظر نہ رکھا، جذبات میں بھرے مجھے میں الٹی سیدی تقریر فرمادی۔ جس پر بہت تلخی پیدا ہوئی۔ پیر افضل نے کسی سے مشورہ کے بغیر استعفیٰ دے دیا جس میں عندیہ دیا کے دونی جماعت بنا کر کام کریں گے۔ امیر محترم نے بھی سکھ کا سانس لیا اور فوراً استعفیٰ منظور فرمایا۔ نئے ناظم اعلیٰ کے لئے پیر سید ریاض حسین شاہ کا انتخاب کیا۔ یہ فیصلہ ہر طرف اور ہر سطح پر سراہا گیا اور امید کی گئی کہ اب جماعت زیادہ احسن طریقے سے کام کرے گی اور ایسا ہوا۔ جماعت تھوڑی بہت جاگی، کئی کارنامے انجام دیئے، اجلاس ہوتے، بحث و تحقیق ہوتی۔ عموماً اجلاس امجد علی چشتی صاحب کے گھر پر ہوتے۔ یہاں شاندار میٹنگ کے ساتھ شاندار کھانے کا اہتمام بھی ہوتا۔

دلیل راہ۔ جماعت اہل سنت کے کام کی رفتار اور مزید بہتر بنانے کے حوالے سے آپ کے خیالات و ارشادات؟

پیر صاحب۔ جماعتی انتخابات عموماً اس امید پر ہوتے ہیں کہ جماعت میں نیا اور گرم لبو شامل کیا جائے گا، لیکن میرا احساس ہے کہ جماعت کے انتخابات کے oven میں پرانے اور حیرت بزرگوں کو ریفریش کیا جاتا ہے۔ انتخابات انتشار کا ذریعہ بنتے رہے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انتخابات میرٹ پر نہیں ہوتے اور منتخب ہونے کے لئے جماعتی آئین کی پاسداری نہیں کی جاتی۔ کارکن بد دل ہو چکے ہیں یہی وجہ ہے کہ جماعت میں اب وہ فعالیت نہیں جو پہلے موجود تھی۔ بہر حال لکیر پیٹنے کی بجائے ہمیں حالات کو درست کرنا چاہیے۔ اگر جماعت اہل سنت کو عوامی جماعت بنایا جائے اس کا انتظام و انصرام نوجوانوں کے سپرد کیا جائے بزرگ رہنمائی فرمائیں تو یقیناً حالات سدھر سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ جماعت صرف مولویوں اور پیروں کی نہ رہے بلکہ ھیتنا اہل سنت کی جماعت بن جائے تو انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے۔ معاشرے کا چھوٹا سا گروہ ہو، وکلاء، پر مشتمل ہے وہ ملک میں ایک بڑی تہذیبی کا ذریعہ بن سکتا ہے تو جماعت اہل سنت اگر متحرک ہو اور نظام مصطفیٰ ﷺ کی حقیقی



حواہاں ہو تو میں نہیں سمجھتا کہ اس ریلے کے سامنے کوئی طاقت ٹھہر سکتی ہو۔ ضرورت منظم و متحرک ہونے کی ہے۔

دلیل راہ۔ آپ سمیت دیگر مرکزی عہدیداران کس حد تک اپنی ذمہ داری بطریق احسن نبھا رہے ہیں۔

پیر صاحب۔ مجھے افسوس ہے

کہ بنا پڑتا ہے کہ جماعت کے عہدیداران سوائے عہدہ حاصل کرنے کے اور کچھ نہیں کر رہے۔ جو بھی کارکردگی بیان کی جائے گی وہ صرف سطحی ہوگی۔ اصل معاملات یعنی اتحاد اہل سنت اور نظام مصطفیٰ ﷺ پر وہ توجہ نہیں دیا جارہی جن کی بناء پر یہ مقاصد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

دلیل راہ: اہل سنت و جماعت کی سیاسی تحریکوں و شخصیات کے اتحاد کی کوئی سبیل؟

پیر صاحب: اہل سنت کے سیاسی گروپ بھی شعوری یا لاشعوری طور پر اہل سنت کے اجتماعی مفادات کو پس پشت ڈالے ہوئے ہیں۔ ہر کسی نے اپنی دیرھانچ کی مسجد بنا رکھی ہے یا پھر ایسی قوتوں سے اتحاد کر رکھا ہے جو اعتقادی طور پر یا عملی طور پر اہل سنت کے مفادات کو پیش نظر نہیں رکھتے۔

دلیل راہ: سنی اتحاد کونسل کے بارے میں آپ کیا خیال فرماتے ہیں؟

پیر صاحب: سنی اتحاد کونسل ایک روشنی کی امید ہے، لیکن میرے جیسا خوش امید شخص بھی وہاں پر موجود ذاتی مفادات کی بناء پر کوئی خاص امید نہیں رکھتا۔

دلیل راہ: اہل سنت کی مقتدر شخصیات سے آپ کا قریبی تعلق و واسطہ ہے کس شخصیت سے آپ متاثر ہیں؟

پیر صاحب: میرے لئے تمام بزرگ معتبر ہیں، قابل احترام ہیں سب سے محبت کرتا ہوں، لہذا میرے لئے مشکل ہے کہ اپنے اوپر و احترام اور محبت کو منقسم کر دوں۔

دلیل راہ: انٹرنیشنل سنی سیکرٹریٹ کے بارے پر دیکھ بیڑہ کیا گیا کہ اس کی رجسٹری ایک دہ بزرگوں کے نام ہے۔ سنی سیکرٹریٹ کے انتظامی معاملات پر وگرام سے آگاہ فرمائیں۔

پیر صاحب: انٹرنیشنل سنی سیکرٹریٹ کی زمین خریدنا بہت بڑا کارنامہ ہے، جو یقیناً سید ریاض حسین شاہ کی مخلصانہ اور بہترین پلاننگ کا شاندار کارنامہ ہے۔ ایک تاثر یہ دیا جاتا ہے کہ سنی سیکرٹریٹ کی رہائشی سکیم میں بندر بانٹ کی گئی ہے، حالانکہ ایسا کہنا بالکل بے بنیاد اور غلط ہے۔ جس سنی نے سیکرٹریٹ کی خریداری کے لئے اس وقت چار لاکھ عیش کیا حقیقتاً اس نے چار کنال رقبہ کی قیمت ادا کی جبکہ سنی سیکرٹریٹ نے اسے صرف ایک کنال زمین دی اور باقی تین کنال خود رکھی، لہذا یہ کہنا غلط ہے کہ ان لوگوں کو سیکرٹریٹ نے زمین دی بلکہ انہوں نے سیکرٹریٹ کو زمین دی۔

سنی سیکرٹریٹ ایک فرسٹ کے زیر انتظام ہے، جس کے ٹرسٹیز نے اس کی زمین حاصل کرنے کے لئے متحرک و فعال کر دیا کیا۔ یہ فرسٹ باقاعدہ رجسٹرڈ ہے اس زمین کو نہ بچا جاسکتا ہے نہ سنی سیکرٹریٹ کے مقاصد پر وگرام کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس بات کو اپنوں اور غیروں سب کو ذہن نشین رکھنا چاہئے۔ جلد ہی یاد رہے اس جگہ (انشاء اللہ) انٹرنیشنل سنی سیکرٹریٹ کا قیام ہی عمل میں آئے گا۔ جماعت اہل سنت کے بزرگوں کو بھی چاہئے کہ وہ اس خیال سے نکل آئیں اس پراجیکٹ پر ان کی ہی گرفت ہے۔ ٹرسٹیز کو فعال کرنا چاہئے اور ان کے ذمہ اس کی آبادی اور انتظام و انصرام کر دینا چاہئے

دلیل راہ: آپ کی پسندیدہ کتاب؟

پیر صاحب: قرآن مجید

دلیل راہ: آپ کا پسندیدہ شعر؟

پیر صاحب: نبی پاک ﷺ کی نعمت

دلیل راہ: آپ کا پسندیدہ لباس؟

پیر صاحب: سفید شلوار قمیض

دلیل راہ: آپ کا پسندیدہ کھانا؟

پیر صاحب: جو وقت پر مل جائے۔

دلیل راہ: آپ کی پسندیدہ خوشبو؟

پیر صاحب: جو دوسروں کو اچھی لگے۔

دلیل راہ: آپ کا پسندیدہ پھول؟

پیر صاحب: ہر پھول۔

دلیل راہ: قارئین دلیل راہ اور قارئین دیگر کانٹن جماعت اہل سنت کے نام آپ کا پیغام؟

پیر صاحب: میرے خیال میں اوپر کے مضامین چھپ گئے تو کافی پیغام پہنچ جائیں گے۔

☆☆☆



حالات حاضرہ واقعات کے آئینہ میں



غریب صاحبزادہ محمد سعید احمد پور قادری

کھول کر آنکھیں مرے ”آئینہ گفتار“ میں
”آنے والے دور“ کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ!

انگریزوں نے 1۹۰۱ء میں برصغیر پاکستان و ہند کے شمال مغرب میں واقع علاقے کو اپنی انتظامی ضرورتوں کے تحت ”شمال مغربی صوبہ“ کا نام دیا اور اس وقت سے اب تک یہی نام مستعمل ہے۔ قیام پاکستان تک کسی نے اعتراض کیا اور نہ انگریزوں سے مطالبہ کیا کہ ان کے صوبے کا نام پختون قومیت کی بنیاد پر رکھا جائے۔ قیام پاکستان کے وقت ”شمال مغربی سرحدی صوبہ“ میں سرحدی گاندھی سردار عبدالغفار خان المعروف باچا خاں کی قائم کردہ سرخ پوش پارٹی کی حکومت تھی۔ اس وقت بھی کسی نے ایسا مطالبہ نہ کیا حالانکہ باچا خاں اس وقت آسانی سے اسے کر سکتے تھے۔ صوبہ سرحد کی تقدیر کا فیصلہ کرنے کے لئے ریفرنڈم کرنا طے پایا تو باچا خاں نے مسلم لیگ کے ”مطالبہ قیام پاکستان کی نہ صرف شدید مخالفت کی بلکہ انڈین کانگریس کا بھرپور ساتھ دیا اور وائسرائے اور ڈومینٹ جنرل اور ہندو لیڈروں کی ایما پر صوبہ سرحد کو خود مختار ریاست بنانے اور اس کا نام پختونستان رکھنے کا مطالبہ بھی کر دیا۔ ڈومینٹ جنرل نے انگلستان جا کر کہا کہ میں ایسی چٹکاڑی چھوڑ آیا ہوں جو ہمیشہ سلتی رہے گی۔ سرخ پوش لیڈر باچا خاں کی حمایت کے لئے پنڈت جواہر لعل نہرو نے صوبہ سرحد کا دورہ بھی کیا۔ مسلم لیگ کے اس وقت کے رہنما خان عبدالغفور خاں تھے جنہوں نے درود دل رکھنے والے اور اسلام کے جذبہ سے سرشار پختونوں کو اکٹھا کیا۔ جی آف مکھڑ شریف اور جی آف ناکی شریف جیسے بلند پایہ علماء و مشائخ نے ان کا بھرپور ساتھ دیا جس کے نتیجہ میں مسلم لیگ نے صوبہ سرحد کا ریفرنڈم جیت لیا اور باچا خاں سمیت پختونستان کا نعرہ لگانے والوں کو شکست فاش کا منہ دیکھنا پڑا۔ انجام کار صوبہ سرحد پاکستان کا حصہ قرار پایا اور خان عبدالغفور خاں صوبہ کے پہلے وزیر اعلیٰ بنے۔ اس طرح پختونستان کا مسئلہ اپنی موت آپ مر گیا۔ باچا خاں کے انڈین کانگریس کے ساتھ اس قدر گہرے تعلقات اور روابط تھے کہ ان کی ”خدمات“ کے عوض کافی عرصہ بعد ہندو رہنما کرم چند گاندھی نے باچا خاں کو خط لے کر انعام دیا اور ایک لاکھ روپے کی تقبلی بھجوائی۔ جہاں تک باچا خاں کی پاکستان دشمنی کا تعلق ہے، وہ انہوں نے مرتے دم تک بدستور قائم رکھی حتیٰ کہ انہوں نے وصیت کی کہ ”ان کی موت کے بعد انہیں افغانستان کے دار الحکومت کابل میں دفن کیا جائے۔“ چنانچہ خان عبدالغفار خاں کی وفات پر ان کی خواہش کے مطابق انہیں کابل ہی میں دفن کیا گیا، جہاں وہ آج تک آسودہ خاک ہیں، افسوس ہے کہ اس طرح ان کو اپنے وطن کی سرزمین پر دفن ہونے کی سعادت نہ مل سکی اور وہ ”دیار غیر“ میں دفن ہوئے۔ اس سے ان کی ”پاکستان دشمنی“ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

باچا خاں کی وفات کے بعد، ان کے بیٹے خاں سردار عبدالولی خاں ان کے جانشین بنے۔ انہوں نے ان کے ناکام مشن کو بدستور جاری رکھا، لیکن براہ انتخاب میں ان کو بھی شکست فاش کا منہ دیکھنا پڑا۔ البتہ میاں نواز شریف پہلی بار وزیر اعظم بنے تو انہوں نے نیشنل عوامی پارٹی قومی دھارے میں لانے کے لئے ولی خاں سے اتحاد کر لیا حالانکہ اس سے قبل بھٹو صاحب نے بغاوت کسب بنا کر انہیں جیل میں ڈال رکھا تھا اور جنرل ضیاء الحق نے انہیں اور ان کے دیگر ساتھیوں کو رہا کیا تھا۔ نواز شریف نے غلام احمد بلور کو وفاقی وزیر ریلوے مقرر کیا لیکن ان اقدامات کے باوجود نیشنل عوامی پارٹی جواب عوامی نیشنل پارٹی (ای این پی) بن گئی تھی جس سے منہ ہوتی اور وہ اپنے پرانے مطالبات پر بدستور قائم رہی۔ اسمبلیوں میں محدود چند نشستیں لینے والے آج صوبہ سرحد میں حکمران ہیں۔ یہ سب کچھ میاں نواز شریف اور جنرل مشرف کا کیا دھرا ہے جس کی میاں نواز شریف اور قوم سزا بھگت رہی ہے۔

ولی خاں نے بھٹو مخالف نوستاروں کے اتحاد (قومی اتحاد) میں بھی حصہ لیا اور ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف چلنے والی جمہوری تحریک میں پورا ساتھ دیا۔ ان کے بعد ان کی تنظیم پارٹی سربراہ بنیں اور اب غیرت ان کے فرزند اسفندیار ولی سربراہ ہیں۔ یاد رہے کہ اے این پی کی پالیسی پہلے کیونسٹ نواز تھی اور وہ امریکہ کے مقابلے میں روس کی حامی تھی۔ لیکن 2008ء کے انتخابات سے قبل اسفندیار ولی خفیہ طور پر امریکہ گئے وہاں سے واپس آئے تو انتخابات میں حیران کن حد تک انہیں اتنی نشستیں ملیں کہ وہ اقلیت میں ہونے کے باوجود حکومت بنانے میں کامیاب ہو گئے حالانکہ 2003ء کے انتخابات میں صوبہ سرحد میں ایم ایم اے کے اتحاد نے بھرپور کامیابی حاصل کی تھی اور اس نے 5 سال تک حکومت کی لیکن یہاں پاکستان میں انتخابات کے پیچھے خفیہ ہاتھ دوتا ہے جو ”انجینئر ڈ“ کر کے مرضی کے نتائج پیش کرتا ہے۔

یاد رہے کہ اسلامی جماعت جمعیت العلماء اسلام (ف) اور جمعیت العلماء پاکستان جیسی دینی جماعتیں اس اتحاد میں شامل تھیں۔ 2008ء کے انتخابات میں جماعت اسلامی اور تحریک انصاف وغیرہ نے انتخاب میں حصہ ہی نہ لیا جس کی وجہ سے اے این پی کو کامیابی حاصل کرنے میں آسانی ہو گئی۔

حیران کن امر یہ ہے کہ اے این پی اب امریکہ کے خلاف اتنی شدت اور حدت سے زبان نہیں کھولتی جو کبھی اس کا ولی و اور شیوہ تھا۔ درود دل رکھنے والے لوگوں کو اے این پی کی امریکہ دوستی اس لئے کھٹکتی ہے کہ امریکہ کے جھک ٹینکس پختونستان کے قیام کے حامی ہیں۔ امریکہ میں ایک ایسا نقشہ چھپ چکا ہے جس میں افغانستان، صوبہ سرحد اور بلوچستان کے پشتون علاقوں کو ”جوڑہ پختونستان“ کا حصہ دکھایا گیا ہے۔

اگرچہ اسے این پی نے یہ ظاہر بختون خواہ کا نام چھوڑ کر اپ "بختون خواہ" رکھ لیا ہے بد قسمتی سے آصف زرداری اور ان کے والد حاکم علی بختون خواہی پارٹی کے کسی زمانے میں عہدیدار رہے ہیں۔ اسی لئے آصف زرداری نے ہوشیاری اور عیاری سے کام لیتے ہوئے برسرِ اقتدار آتے ہی بختون خواہ کی حمایت شروع کر دی اور اسے اٹھارہویں ترینم میں شامل کرا دیا۔ آصف زرداری کے دو مقاصد تھے: ایک تو اسفند یار ولی خاں کو خوش کرنا تھا اور دوسری طرف وہ میاں نواز شریف کو تنگ کرنا چاہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ میاں نواز شریف لامحالہ پارٹی پالیسی کے تحت بختون خواہ کی مخالفت کریں گے اور اس طرح اٹھارہویں ترینم منظور نہ ہو سکے گی۔ ادھر انے این پی نے آگینی ترینم کمیٹی میں اٹھارہویں ترینم کی منظوری کو اس امر سے مشروط کر دیا کہ ان کے صوبہ سرحد کا نام بختون خواہ رکھا جائے ورنہ وہ اسے منظور نہیں کریں گے۔ میاں نواز شریف کے ذہن پر اٹھارہویں ترینم منظور کرانے اور سترھویں ترینم کے خاتمے کا "بھوت" سوار ہو چکا تھا، اس لئے انہوں نے "ہزارہ" کے عوام کا مطالبہ اور سردار مہتاب عباسی جیسے وہاں سے منتخب ہونے والے مسلم لیگ ان کے نمائندوں کے جذبات و احساسات کو نظر انداز کرتے ہوئے خیبر بختون خواہ کے نام کو تسلیم کر لیا۔

اس کا نتیجہ وہی ہوا جو بدینی طور پر ہونا چاہئے تھا۔ ہزارہ ڈویژن کے ہزارہ قبیلہ پر مشتمل عوام اور گوجری بولنے والے گوجر متحد ہو کر میدان عمل میں آ گئے اور انہوں نے الگ صوبہ کا مطالبہ کر دیا۔ مسلم لیگ ق جو وہاں سے شکست کھا چکی تھی، اس نے موقع سے خوب فائدہ اٹھایا اور میدان عمل میں کود پڑی۔ علیحدہ صوبہ کا مطالبہ شدت اختیار کر گیا۔ اس سلسلہ میں جماعت اسلامی اور تحریک انصاف نے بھی پورا پورا ساتھ دیا اور اس طرح ہزارہ کو صوبہ بنانے کی بھرپور تحریک شروع ہو گئی۔ لوگ سڑکوں پر آ گئے، غار جلانے لگے اور سڑکوں کی ٹریفک بند کر دی گئیں، حتیٰ کہ شاہراہ ابراہیم بھی بند ہو گئی۔ حکومت نے حسب معمول ظالمانہ راستہ اپنایا۔ پولیس نے کرفیو لگا دیا، لیکن لوگ کرفیو کے باوجود گھر دیں سے باہر نکل آئے۔ آنسو گیس کے علاوہ پولیس نے گولیاں بھی چلا دیں۔ غارتگ سے آٹھ دس افراد مارے گئے اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ ہزارہ صوبہ کا مطالبہ مزید شدت اختیار کر گیا۔ بامرِ مجبوری مسلم لیگ ان کے ایم این اے اور قیام پاکستان کے شدید حامی سردار مہتاب خاں عباسی نے اپنی نشست سے استعفیٰ دے دیا۔ سردار مہتاب خاں عباسی لسانی سیاست کے شدید مخالف ہیں اور وہ جیسے مزاج کے انسان ہیں۔ یہ استعفیٰ نامہ تحریک پر میاں نواز شریف نے منظور نہیں کیا تاہم اس استعفیٰ نے خطرناک صورت حال ضرور پیدا کر دی ہے۔

شنید ہے کہ اب انیسویں ترینم کی تیاریاں شروع ہیں جس میں ہزارہ صوبہ کا مطالبہ تسلیم کر لیا جائے گا یا پھر "ہزارہ بختون خواہ" کا مشترکہ نام قبول کر لیا جائے گا مگر اس کے ساتھ ہی دیگر صوبوں کے قیام کی تحریک بھی زور پکڑ جائے گی، ایک تجویز ہے کہ اگر بختون خواہ قائم رہتا ہے تو ہزارہ صوبہ کے ساتھ ساتھ قبائلی علاقہ پر مشتمل علاقہ میں "قبائلیستان" کا صوبہ بنا دیا جائے۔ ان حالات میں "بہاول پور" اور "سرائیکی" صوبوں کا مطالبہ بھی زور پکڑ جائے گا اور اس طرح پنجاب اور پاکستان کی وحدت متاثر ہوگی۔ کیونکہ صوبوں کا قیام بظاہر انتظامی مسئلہ ہے مسلم لیگ ق نے جو ان پنجاب میں الگ صوبہ قائم کرنے کے لئے قومی اسمبلی میں تحریک پیش کر دی ہے جس میں صوبے کا نام "ستلج یا بچند" تجویز کیا گیا ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟ نئے صوبے قائم ہونے سے لوگوں کے مسائل ضرور حل ہوں گے لیکن ایسے مواقع پر شدت پسند اور مفاد پرست درآتے ہیں اور ملک کو نقصان پہنچنے کا شدید احتمال ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں مالی اعتبار سے اس وقت ملک بھاری مالی بوجھ اٹھانے کا مقفل نہیں ہو سکتا۔ جو پہلے ہی مالی و اقتصادی اعتبار سے کمزور ہے اور جس کی معیشت کا بوٹے بیٹھ چکا ہے۔ انتشار اور افراتفری کی فضا بھی عام ہے، فرقہ واریت بھی جاری ہے اور اس پر ستر اور بدشت گردی نے عینا حرام کر رکھا ہے مہنگائی اور بے روزگاری بھی حملہ آور ہیں۔ بقول علامہ اقبال علیہ الرحمہ:

دیکھئے اس بحر کی تہ سے اچھلتا ہے کیا
گنبد نیلوفری رنگ بدن ہے کیا

☆☆☆

بے نظیر کے قتل کے بارے میں اقوام متحدہ کی رپورٹ

ہینلز پارٹی کی رہنما بے نظیر بھٹو زرداری کے قتل کے بارے میں اقوام متحدہ کے تحقیقاتی کمیشن نے اپنی رپورٹ سیکرٹری جنرل بان کی مون کو پیش کی اور انہوں نے اسے جاری کر دیا ہے۔ رپورٹ کے مندرجات اخبارات کے ذریعے مغلط عام پر آ گئے ہیں۔ رپورٹ میں جنرل مشرف کی حکومت کو قتل کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق جنرل مشرف کے رشتہ دار ڈی جی ایم آئی (ملٹری انٹیلی جنس) منیجر

جنرل ندیم اعجاز نے حکم پر (جو مشرف کے دست راست تھے) راولپنڈی کے سٹی پولیس آفیسر (سی پی او) سعید عزیز نے بے نظیر کی جائے شہادت پر موجود تمام شاہد کو کیمیکلز طے پانی سے نیکسرو دھوا لایا تھا۔ رپورٹ کے مطابق سعید عزیز پر مختلف حوالوں سے الزامات عائد کئے گئے ہیں اور انہیں پوسٹ مارٹم نہ کرانے کا ذمہ دار ٹھہرا گیا ہے۔ حیران کن امر ہے کہ موجودہ حکومت نے برسرِ اقتدار آتے ہی سعید عزیز کو ملتان میں سی پی او تعینات کر دیا تھا۔ رپورٹ میں ”جائے قتل“ پر شاہد کو دھوا ڈالنے کے معاملے کو بہت اہمیت دی گئی ہے کیونکہ یہ شاہد تحقیقات میں انتہائی مفید ثابت ہو سکتے تھے۔

حیران کن بات ہے کہ آئی ایس آئی کے ایک افسر کمانڈر راولپنڈی کرگل جہانگیر اختر شام سے بہت پہلے جنرل ہسپتال میں موجود تھے۔ ایک موقع پر آئی ایس آئی کے نائب سربراہ جنرل نصرت جہانگیر نے اختر کے موبائل فون پر پروفیسر مصدق سے رابطہ کیا تھا۔ ایک ذریعہ نے ناظم ظاہر نہ کرنے کی شرط پر کہا کہ سعید عزیز کو جائے حادثہ کو دھونے کے آرڈر ڈی ایڈ کو آرڈر سے ملے تھے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ایک دو نہیں کئی مواقع پر انکوائری کے دوران سرکاری افسروں نے کھل کر بولنے سے خوف اور تنگی پاٹ کا اظہار کیا۔ رپورٹ کے مطابق ڈی سی او راولپنڈی عرفان الہی آجی ایچ کے آپریشنک رہم کے باہر موجود تھے اور انہیں پوسٹ مارٹم کی اجازت نہیں مل رہی تھی تاہم پروفیسر مصدق نے خاندان سے اجازت نہ ملنے کے باوجود ایکس نے ٹیکنیشن غفور کو طلب کیا اور بے نظیر کی کھوپڑی کے دو ایکس رے لئے۔ یہ کام انہوں نے کسی کی اجازت لئے بغیر کیا۔

رپورٹ کے مطابق سی پی او راولپنڈی لیاقت باغ کے باہر دھماکے کے فوراً بعد جائے وقوعہ کو چھوڑ کر آ رہی ایچ روانہ ہو گئے تھے۔ جائے وقوعہ پر جو افسر موجود رہے، وہ ایس پی خرم شہزاد تھے جو سعید عزیز سے فون پر مسلسل ہدایات لیتے رہے۔ رپورٹ کے مطابق سعید عزیز کا کردار متنازعہ ہے کیونکہ جائے وقوعہ کو دھونا غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ ایک سینئر پولیس افسر نے کہا کہ ”جائے وقوعہ سے شہادت کو مٹانا مجرمانہ غفلت ہے“۔ پولیس حکام کے مطابق اس میں فوج ملوث تھی۔ رپورٹ کا کہنا ہے کہ پوسٹ مارٹم کے ذریعے موت کی وجہ کا تعین نہ کرنے کے باعث حکومت کی سادھ کو شدید ترین نقصان پہنچا اور بے نظیر کی موت کے حوالے سے طرح طرح کی قیاس آرائیوں نے جنم لیا۔ سی پی او سعید عزیز کو تحقیقات میں رکاوٹ بننے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ مزید برآں سی پی او نے جوائنٹ انویسٹی گیشن ٹیم کے تحقیقات کاروں کی جائے وقوعہ پر تحقیقات میں قتل کے دو دن بعد تک رکاوٹ ڈالی۔ کمیشن نے یہ بھی کہا ہے کہ سی پی او کا بے نظیر بھٹو کے پوسٹ مارٹم سے دانستہ اختر ازسوت کی جتنی وجہ جاننے میں رکاوٹ بنا ہے۔ سی پی او کی جانب سے یہ توقع کرنا غیر حقیقی بات تھی کہ آصف زرداری چکالہ ایئر پورٹ پر اپنی بیوی کی موت کے سات گھنٹے بعد جب ان کی لاش تابوت میں رکھ کر ایئر پورٹ پہنچائی جا چکی تھی، ان کو پوسٹ مارٹم کی اجازت دے سکتے تھے۔ پوسٹ مارٹم زرداری کی آمد سے بہت پہلے راولپنڈی ہسپتال میں ہو جانا چاہیے تھا۔

رپورٹ کے منظر عام پر آنے سے مختلف شخصیات اور اخبارات و جرائد کی طرف سے تنقید کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ کچھ عرصہ تک یہ تبصرے ہوں گے اور تنقید کا سلسلہ جاری رہے گا۔

جنرل حیدر گل نے کہا ہے کہ کمیشن کی رپورٹ میں زرداری کو کلین چٹ دینے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ مشرف کو موجودہ حکومت نے پراڈو کو دل دیا اور ملک سے باہر جانے کی اجازت دی۔ پاکستان مسلم لیگ ن کے پرویز رشید نے کہا ہے کہ جنرل مشرف کو باہر سے فوراً واپس بلا کر ان پر بے نظیر کے قتل کا مقدمہ قائم کرنا چاہیے تاکہ اصل حقائق سامنے لائے جا سکیں اس کے برعکس مسلم لیگ ق کے سربراہ چوہدری شجاعت نے کہا ہے کہ اقوام متحدہ کی رپورٹ میں جنرل مشرف کو ملزم نہیں ٹھہرایا گیا بلکہ سابق حکومت کو ملزم قرار دیا گیا ہے۔ چوہدری شجاعت یہ امر بخوبی جانتے ہیں کہ جنرل مشرف کے دور میں حکومت مسلم لیگ ق ہی کی تھی جس کے وہ پارٹی سربراہ تھے۔ کیا وہ یہ ذمہ داری قبول کرنے کو تیار ہیں؟ بے نظیر کے قتل کی رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے جیو کے پروگرام میں کیا گیا ہے کہ ”تقریباً ایک سو کروڑ روپے کی لاگت سے تیار ہونے والی 65 صفحات پر مشتمل رپورٹ میں ان تمام سوالات کے جوابات تاحال باقی رہ گئے ہیں کہ جو اس عظیم سانحہ پر پاکستانیوں کے ذہنوں میں کھلوا رہے تھے۔ اقوام متحدہ کی رپورٹ دراصل ”کھودیا پھاڑا نکلا چوہا“ کے مترادف ہے۔ اقوام متحدہ کی کمیٹی کے سربراہ نے کسی کو بھی اس واقعہ کا براہ راست مجرم ٹھہرانے یا اس کی نشان دہی سے انکار کر دیا ہے۔ سابق صدر جنرل مشرف کے ترجمان میجر جنرل راشد قریشی نے پروگرام میں گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ ”اقوام متحدہ کے کمیشن نے اس کیس کے کچھ حصوں پر تورانے دی لیکن کچھ حصوں پر سنی سنائی بات آگے بڑھا دی ہے“۔ انہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ کی کمیٹی نے اپنی رپورٹ اس وقت لانچ کی جب پاکستانی تحقیقاتی ایجنسیاں اپنی تحقیقات مکمل کر چکی تھیں اور اسکاٹ لینڈ یاڈ نے بھی ان کی تصدیق کر دی تھی۔

صدر مملکت آصف زرداری کا بیان حیران کن ہے جنہوں نے حسب معمول کہا ہے کہ ہم انتقام پر یقین نہیں رکھتے اور بے نظیر کے قاتل ضرور بے نقاب ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آصف زرداری جنرل شرف یان کی حکومت کے حکام کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کے حق میں نہیں اور انہیں توقع ہے کہ بے نظیر کے قاتل ایک دن خود ہی علی الاعلان کہیں گے کہ ”ہم قاتل ہیں اور ہمیں آکر پکڑ لو“۔ پاکستانیوں کا ایک حلقہ ایسا بھی موجود ہے جو آصف زرداری کو بے نظیر کے قاتل کا ذمہ دار قرار دیتا ہے کیونکہ وہ خود بر ملا کہتے ہیں کہ وہ ”بے نظیر کے قاتلوں سے آگاہ ہیں“۔

دریں اثنا، حکومت نے تین رکٹی ”کیٹ فائیڈنگ“ کئی قائم کر دی ہے جس میں ایک فوجی جرنیل بھی شامل ہے یہ کئی کیا رپورٹ دیتی ہے اور پھر اس کا کیا حشر ہوتا ہے؟ یوں لگتا ہے کہ کچھ چھوٹے افسروں کو گید ا جائے گا اور بڑے بڑے لوگ صاف بچ گئیں گے کیونکہ رحمان ملک اور بابر اعوان جو موقع پر موجود تھے اور قتل کے بعد فوج پکڑ ہو گئے، اب وزرائے با تدبیر ہیں۔ ناہید عباسی چی چی کر کہہ رہی ہیں کہ بے نظیر کے قاتلوں کو بے نقاب کرو مگر ان کی پکار کوئی سننے کو تیار نہیں، بے نظیر کے تمام قریبی ساتھیوں کو کھنڈے لائن لگا دیا ہے۔ آخر کیوں؟ اگر وہ ان قاتلوں سے واقف ہیں تو ان کو بے نقاب کر کے ان کو سزا کیوں نہیں دلاتے؟ وہ خود صدر مملکت ہیں اور ان کی پارٹی کی حکومت مرکز میں برسر اقتدار ہے۔ تمام انٹیلی جنس ایجنسیاں، پولیس اور فوج کے ادارے ان کے ماتحت ہیں۔ وہ ان سے کام کیوں نہیں لیتے؟ اور طویل انتظار کے پکڑ میں کیوں ہیں؟ کیا وہ ”قاتل حکومت“ سے بھی زیادہ ”طاقتور“ ہیں؟ اس کے علاوہ بے نظیر کے قاتل سے انہیں کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچا ہے۔

☆☆☆

افغانستان میں متوازی وزارت کے قیام کا امریکی منصوبہ

خبر آئی ہے کہ امریکہ بہادر اپنے علاقائی مفادات کے تحفظ کے لئے افغانستان میں ایک متوازی وزارت قائم کر رہا ہے، جو ”وزارت برائے سرحد و قبائل“ کہلائے گی۔ اس کا مقصد سرحد کے دونوں اطراف میں اپنے منکلوک آپریشنز کو تقویت دینا ہے۔ کابل میں مقیم ایک افسر نے اپنا نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر انکشاف کیا ہے کہ افغانستان میں متوازی وزارت کے قیام کا منصوبہ بالکل تیار ہے۔ متذکرہ وزارت کے شاف کو انٹیلی جنس آپریشنز کی تربیت دی جائے گی۔

اس سے قبل امریکہ نے اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرنے کے لئے ایف پاک (Af-Pak) کی اصطلاح وضع کر رکھی ہے جس کا مطلب افغانستان اور پاکستان ہے گویا اس خطے میں افغانستان کو پاکستان کے مقابلے میں زیادہ اہمیت حاصل ہے اور پاکستان کی دوسری پوزیشن ہے۔ اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ افغانستان اور پاکستان الگ الگ ممالک نہیں بلکہ ایک ہی ملک ہیں یا ایک ہی خطہ ہیں یہ سازش کس قدر گھناؤنی ہے۔

افغانستان اور پاکستان کے درمیان سرحد کو ”ڈیورنڈ لائن“ کہا جاتا ہے جو انگریزوں نے افغانستان کے ساتھ ایک معاہدہ کے تحت قائم کی تھی۔ مزید برآں سرحد پر آباد قبائلی علاقہ میں مقیم قبائلیوں کو ایک خاص قسم کی خود مختاری دی گئی ہے۔ قیام پاکستان کے بعد افغانستان نے بھارت کی شہ پر ڈیورنڈ لائن کو متنازع قرار دینا شروع کر دیا۔ پیچھے دنوں سابق صدر بش کے دور حکومت کی وزیر خارجہ کونڈالیزا رائس نے بھی سی قسم کا اشارہ کیا تھا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس علاقہ میں امریکہ کے خاص عزائم ہیں جن کو وہ بہر صورت پورا کرنا چاہتا ہے۔ ایک امریکی ٹھنک ٹھنک نے چند سال پہلے مبینہ طور پر ایک نقشہ شائع کیا تھا جس میں افغانستان بلوچستان اور صوبہ سرحد کے بختون بولنے والے علاقوں کو ”آزاد بختونستان“ قرار دیا تھا۔ گویا امریکہ کے عزائم بہت خطرناک ہیں۔ لیکن بد قسمتی ہے کہ وہ بہت گردی کے نام پر لڑی جانے والی جنگ کو ہم اپنی جنگ“ قرار دے رہے ہیں جس میں اب تک ان گنت شہری ہلاک اور تین ہزار فوجی افسر اور جوان شہید ہو چکے ہیں۔ حکومتی اعداد و شمار کے مطابق سال گزشتہ کے وسط تک ہمیں اس جنگ کی بدولت 35 سے 45 ارب ڈالر کا نقصان پہنچ چکا ہے، جس میں ہر روز اضافی ہورہا ہے۔ امریکہ کے ریپر سروسز اور جنوبی وزیرستان میں فوجی آپریشنز ہوئے جس میں دونوں طرف ”پاکستانی مسلمان“ مارے جا رہے ہیں۔ ڈرونز حملے الگ ہیں۔ ان کے ذریعے بھی بے گناہ خواتین، بچے اور بوڑھے مر رہے ہیں۔ اس قدر بھاری جانی و مالی نقصانات کے باوجود امریکہ کو تم پر اعتماد نہیں۔ وہ ”ڈومو“ کی پالیسی پر عمل پیرا ہے یہی حال بھارت کا ہے۔

افغانستان میں متوازی وزارت کی تشکیل ایک اور عدم اعتماد کے مترادف ہے۔ اگر آئندہ چل کر اس وزارت کے ذریعے پاکستان میں مداخلت کی جاتی ہے تو مکملی استحکام اور قومی سلامتی کو شدید خطرات لاحق ہوں گے۔ پاکستان آزاد خود مختار ملک ہے۔ اس کی خود مختاری پر آج نہیں آئی چاہئے۔ ہم پہلے ہی امریکہ کی جنگ اپنے وسائل سے لڑ رہے ہیں کیونکہ امریکہ جو امداد دے رہا ہے وہ اونٹ کے منہ میں زیرہ کے برابر ہے۔ پانچ سال میں سات ارب ڈالر دیئے جانے کا تخمینہ ہے، گو یا ڈیڑھ ارب ڈالر سالانہ جبکہ گزشتہ سال تک ہمارا نقصان 35 سے 45 ارب ڈالر کا ہے۔ سوات آپریشن میں لاکھوں باشندے بے گھر ہوئے۔ آپریشن کے دوران بے شمار کانات تباہ ہو گئے۔ انفراسٹرکچر برباد ہوا لیکن ان کی بحالی اور آباد کاری کے لئے امریکہ نے اپنے وعدے بھی پورے نہیں کئے۔

امریکہ اگر دھونس اور طاقت کے بل بوتے پر ہمارے علاقوں میں جاسوسی کرے تو اس کی اجازت نہیں دی جانی چاہئے۔ امریکی مداخلت سے قبل ہی پاکستان کو اپنی سرحدوں پر توجہ دینا چاہیے اور انہیں براہِ اعتبار سے محفوظ بنانا چاہئے۔ یاد رہے کہ پاکستان کچھ بھی کر لے امریکہ ہم پر کبھی اعتماد نہیں کرے گا۔ ہم نے افغانستان میں روس کے خلاف جنگ لڑی۔ اپنے ہزاروں فوجی اور سولین شہید کروائے۔ لاکھوں افغان مجاہدین اور شہری ہلاک ہوئے۔ ان گنت مکانات تباہ ہوئے جس کے نتیجہ میں امریکہ واحد عالمی سرخلافت بن گیا، لیکن امریکہ نے جنگ ختم ہوتے ہی بے وفائی کی اور پاکستان کو یکے بوجھ کر واپس چلا گیا اور اب حال ہی میں اس نے بھارت کے ساتھ سٹریٹجک معاہدے کر لئے ہیں اور اس کا دفاعی پارٹنر بن گیا ہے بلکہ اسے نیوکلیر ٹیکنالوجی بھی دینا شروع کر دی ہے اور جب ہم اس کا مطالبہ کرتے ہیں تو ہمیں نکاسا جواب ملتا ہے حالانکہ ہم ”فرٹن لائن سٹیٹ“ ہیں اور امریکہ کے اتحادی ہیں۔

ناز ترین خبریں امریکہ نے تسلیم کیا ہے کہ اس نے پاک افغان سرحد کی گھرائی کے لئے امریکہ کی بدنام تنظیم ”ڈائن کور“ کو متعین کر رکھا ہے جس پر اب تک 32 ملین ڈالر خرچ ہو چکے ہیں۔ امریکہ نے دعویٰ کیا ہے کہ اس ضمن میں امریکہ نے پاکستان کے ساتھ ایک معاہدہ کر رکھا ہے۔ ہمارے وزیر داخلہ رحمان ملک نے پاکستان میں جہاں ”بلیک واٹر“ کی موجودگی سے کئی بار انکار کیا ہے وہاں ڈائن کور کی موجودگی کا اعتراف کیا ہے۔ دراصل یہی وہ لوگ ہیں جو سفارت خانہ کے افراد کے روپ میں پاکستان میں دلدناتے پھرتے ہیں اور ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں پولیس پکڑتی ہے تو اعلیٰ شخصیات کے فون پر انہیں رہائی مل جاتی ہے، خدشہ ہے کہ یہ لوگ بعض پاکستانیوں کو اغوا کرتے ہیں اور نارگٹ کلنگ بھی کرواتے ہیں۔ کوئی دور تھا کہ کسی ملک کا سفارت کار سرکاری اجازت کے بغیر اسلام آباد سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

پاکستانی حکمرانوں کا فرض ہے کہ وہ اس لالچینی اور بے معنی جنگ سے دست بردار ہو کر اپنی مشرقی سرحدوں کی حفاظت کریں جہاں بھارتی افواج اپنے مذموم عزائم کے ساتھ ہمہ وقت موجود ہیں۔

☆☆☆

کرپشن کے الزام میں بھارت کے نائب وزیر خارجہ فارغ

انڈین پریسیر لیگ یعنی آئی پی ایل میں ”زن“ اور ”زنا“ کے معاملہ میں بھارت کے نائب وزیر خارجہ ششی تھروڈ کو کاہینہ سے الگ کر دیا گیا ہے۔ دراصل انڈین کا گھریس کی پارٹی لیڈر مسز سونیا گاندھی اور بھارت کے وزیر اعظم منموہن سنگھ نے ان پر زبردست دباؤ ڈال کر استعفیٰ لے لیا ہے جبکہ ششی تھروڈ کی طرف سے دیا جانے والا یہ استعفیٰ بھارت کی خاتون صدر پر تیسرا ٹیل نے بڑی جلدت میں منظور بھی کر لیا ہے۔

بھارت کے سرکاری ذرائع ابلاغ نے ایوانِ صدر کے حوالے سے بتایا ہے کہ صدر مملکت جسور یہ بھارت پر تیسرا ٹیل نے وزیر اعظم کی سفارش کی بنا پر ششی تھروڈ کے استعفیٰ کی منظوری میں ڈیرا برابرو پر نہیں کی حالانکہ وہ اس وقت دارالحکومت دہلی میں موجود نہ تھیں اور پونا کے سرکاری دورہ پر تھیں۔ ششی تھروڈ کا استعفیٰ موصول ہوتے ہی فوری طور پر انہیں پونا بھیجا گیا جہاں انہوں نے یہ استعفیٰ بغیر کسی تاخیر کے منظور کر لیا۔

نائب وزیر خارجہ ششی تھروڈ پر آئی پی ایل میں 70 کروڑ ٹین کا الزام تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ششی تھروڈ نے آئی پی ایل میں سرمایہ کاری کر رکھی تھی۔ علاوہ ازیں دوسری وجہ یہ ہے کہ ششی تھروڈ نے اجازت کے بغیر تیسری شادی کر رکھی تھی۔ حکمران جماعت کا گھریس کو ان الزامات کی وجہ سے اپوزیشن جماعتوں کی طرف سے کڑی تنقید کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ دراصل بی جے پی اور کیونسٹ پارٹی نے ان کے استعفیٰ کا مطالبہ کر دیا تھا۔ بھارتی حکمران جماعت نے اسے اپنی بدنامی پر محمول کرتے ہوئے ششی تھروڈ کو کاہینہ سے برطرف کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ششی تھروڈ نے اپنے دفاع میں وضاحتیں اور دلائل پیش کئے لیکن ڈاکٹر منموہن سنگھ نے تمام وضاحتیں مسترد کر دیں جس کے بعد انہوں نے استعفیٰ پیش کر دیا۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ ششی تھروڈ خاتون دوست ستمہ پٹلکرنے ستر کروڑ روپے واپس کرنے کی پیشکش کی تھی جسے حکومت نے قبول نہ کیا اور

وہ استعفیٰ دینے کے مطالبہ پر آمیز رہی۔ یاد رہے کہ ستمبر ۱۹۷۹ء میں پاکستان پر پیشکش خاتون ہیں لیکن حسن و جمال کے اعتبار سے خاصی شہرت رکھتی ہیں۔ نائب وزیر خارجہ ششی تھور سے ان کی محبت اور دوستی کی کہانیاں عام مشہور تھیں۔ بعض محترمین کا خیال ہے کہ انہوں نے باہم شادی کر رکھی تھی۔ خوب صورت خاتون ستمبر ۱۹۷۹ء کا کہنا ہے کہ ستر کروڑ کے التزام سے انہیں شدید دکھ اور رنج پہنچا ہے اور کچھ غلطیوں نے اس کی سادھ کو محض اس لئے نقصان پہنچایا ہے کہ وہ ایک عورت ہے۔

بہر حال اس واقعہ کا اگر پاکستان کے ستر وفاقی وزراء کے رویے سے مقابلہ کیا جائے تو شدید حیرانی ہوتی ہے۔ پاکستان کی بھاری بھر کم کا بینہ میں ماشاء اللہ ایسے وزراء بھی موجود ہیں جن پر کرپشن تو کیا قتل کے الزامات بھی موجود ہیں لیکن وہ دن دباڑے ”وندھاتے“ پھرتے ہیں اور انہیں این آر او کے بحال ہو جانے کے باوجود پکڑے جانے کا کوئی خطرہ لاحق نہیں۔ یاد رہے کہ این آر او پیشکش ری کنسلٹی الیش آر ڈی نس (قومی مشاورتی آر ڈی نس) ہے۔ سابق صدر جنرل (ر) مشرف اور محترمہ بے نظیر بھٹو کے درمیان اس بارے میں ایک معاہدہ طے پایا تھا اور اس کے تحت نصرت بھٹو، بے نظیر بھٹو، آصف زرداری اور ان کے تمام ساتھیوں کے خلاف تمام سنگین مقدمات بیک جنبش قلم ختم کر دیے گئے تھے۔ اس حکم کے تحت معافی پانے والوں کی تعداد سات ہزار افراد سے بھی زائد ہے۔ یہ لوگ چشم زوان میں ”گڑگا جتنا“ کے پانی سے نہا کر پاک و صاف اور پوتر ہو گئے، جب کہ ان میں سے اکثر و بیشتر کے خلاف ایروں اور کروڑوں روپے کے مقدمات درج تھے۔ پرمیم کورٹ نے حال ہی میں این آر او کو بحال کر کے تمام مجرموں کی سزائیں بھی بحال کر دی تھیں لیکن حکومت ہے کہ کیت و لعل سے کام لے رہی ہے اور ملزموں کو بجائے گرفتار کرنے اور سزا دینے کے انہیں جیلوں بہانوں سے رہا کر رہی ہے اور اس طرح عدلیہ کا ”ذائقہ“ اڑایا جا رہا ہے۔

☆☆☆

بجلی کی لوڈ شیڈنگ اور راجہ پرویز اشرف

پاکستان بھر میں بجلی کی لوڈ شیڈنگ کے خلاف مظاہرے جاری ہیں، ہڑتالیں ہو رہی ہیں، سڑکیں بلاک ہیں لیکن وفاقی وزیر پانی و بجلی کے سر پر جو تک نہیں رہینگے، وطن عزیز کا ہر شہری پریشان ہے۔ تاجر پیشہ لوگ، صنعت کار، بے حال اور ان سے وابستہ لاکھوں مزدور بیکار اور بے روزگار ہیں۔ تمام کارخانے بند ہیں، کیونکہ نہ بجلی دستیاب ہے اور نہ گیس ہی ملتی ہے۔

در اصل بجلی کی کمی کے ساتھ ساتھ لوگوں کی اصل پریشانی کا سبب بجلی کی لوڈ شیڈنگ کی غیر منصفانہ تقسیم بھی ہے، راجہ پرویز اشرف کے اپنے شہر گوجران میں صرف دو گھنٹے لوڈ شیڈنگ کی جاتی ہے۔ اسی طرح اسلام آباد میں چار گھنٹے اور وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی کے شہر میں بھی صرف چار گھنٹے لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے۔ اس پر مستزاد یہ ہے کہ پنجاب کے حصے کی ایک ہزار میگا واٹ بجلی کراچی کو دی جا رہی ہے جس کا نتیجہ برآمد ہوا ہے کہ پنجاب کے تمام شہر اور قصبے بارہ سے سول گھنٹے اور دیہات اٹھارہ بیس گھنٹے تک لوڈ شیڈنگ کا شکار ہیں۔ صنعتی علاقے اکثر و بیشتر بجلی سے محروم ہیں۔ پنجاب کے تمام کھلی کوچوں اور بازاروں میں لوگ حکمرانوں کا ماتم کر رہے ہیں، ٹائروں کو آگ لگا کر احتجاج کیا جا رہا ہے، مارکیٹوں اور فیکٹریوں کو تالے لگ چکے ہیں، لاکھوں افراد بے روزگار ہو گئے ہیں لیکن حکومت ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہو رہی، اسے کوئی پروا ہی نہیں۔

فیڈرل وزیر ریلوے پرویز اشرف کی ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ ایشیائی ترقیاتی بینک کی چشم کشار پورٹ کے باوجود کمشن اور کلک ٹیکس کے لالچے میں رینٹل پاور ہاؤسز کی تنصیب کے گن کاٹے جا رہے ہیں جن کی تنصیب سے بجلی بانٹیں سے چوبیس سینٹ مہنگی ہو جائے گی۔

ایران صرف 6 سینٹ پرویز اشرف کی سرحد تک ٹرانسمیشن لائن بچھا چکا ہے، لیکن غالباً امریکہ بہادر کے خوف سے پاکستان معاہدہ ہو جانے کے باوجود ایران سے بجلی لینے کو تیار نہیں۔ چین اور ترکی بھی پیش کش کر چکے ہیں شاید ان ملکوں سے ہماری کمیشن ملنے کی توقع نہیں۔

بجلی کے ماہر انجینئرز کا کہنا ہے کہ ایک رینٹل پاور اسٹیشن کی قیمت کے نصف سرمایہ کے خرچہ سے پاکستان کے تمام قحریل پاور اسٹیشنز نہ صرف مرمت کئے جاسکتے ہیں بلکہ جن آبی پنی پیز کے جو بھٹایا جات واجب الادا ہیں، وہ بھی ادا کئے جاسکتے ہیں۔

واپڈا کے سابق ممبر پاور سید حقیق حسین نقوی بار بار اعلانات کر رہے ہیں کہ ”لوڈ شیڈنگ محض ڈرامہ ہے اور ان کا دعویٰ ہے کہ وہ اس سارے سسٹم کو دو تین ماہ میں درست کر سکتے ہیں۔ اگر حکومت مخلص ہے تو آخر انہیں کیوں موقع فراہم نہیں کیا جاتا؟

ماہر انجینئرز اور سابق چیئرمین واپڈا انسٹنٹ ملک نے کئی بار واضح اعلان کیا ہے کہ کالا باغ ڈیم تعمیر نہ کرنا ملک دشمنی کے مترادف ہے، اس

نے حکومت کو چاہیے کہ وہ کالا باغ ڈیم تعمیر کرے اس کے انفراسٹرکچر پر اب تک دو ارب خرچ کئے جا چکے ہیں۔ قوم و ملک یہ ضیاع برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لئے اب اسے تعمیر ہی کرنا ہوگا۔ حال ہی میں وزیر دفاع نے انکشاف کیا ہے کہ کالا باغ ڈیم کی تعمیر میں بعض غیر ملکی طاقتیں ملوث ہیں۔

وفاقی وزیر پانی و بجلی راجہ پرویز اشرف حالیہ ”کرغزستانی کے انقلاب“ سے خبرت تکٹیں۔ عوام جب میدان میں نکل آتے ہیں تو پولیس ان کے سامنے ٹھہر سکتی ہے اور نہ فوج، انقلاب ایران نے بھی یہ ثابت کر دیا تھا کہ عوامی قوت کے تیل رواں کے سامنے کوئی بھی ٹھہر نہیں سکتا۔ بقول علامہ اقبال علیہ الرحمۃ ہے۔

خون اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری
☆☆☆

عیسائی چرچ۔۔ گناہوں کے اڈے

آپ یہ سن کر حیران و پریشان ہوں گے کہ مغربی ممالک میں عیسائیوں کے چرچ گناہوں کے اڈے بن چکے ہیں۔ کئی مشروں سے امریکہ، یورپ، آئرلینڈ اور برازیل سمیت تمام مغربی ممالک میں دنیا کے عیسائیت کے پادریوں اور روحانی پیشواؤں نے کمن بچوں اور معصوم لڑکیوں سے وسیع پیمانے پر جنسی زیادتی کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عیسائیوں کی عبادت گاہیں یعنی تمام چرچ اور کلیسا گناہوں کے مراکز اور اڈوں میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ لوگوں کو پاکیزہ زندگی گزارنے کا درس دینے والے ”پادری“ خود بے راہ روی اور جنسی خرابی، بے اعتدالی اور بے حیائی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ وہی کن جو دنیا کے عیسائیت کے تمام گرجاؤں کا بہت بڑا مرکز شمار کیا جاتا ہے وہ ان بد کردار مذہبی پیشواؤں کے خلاف کسی قسم کی تاہی کارروائی کرنے پر تیار نہیں۔

امریکی جریدے نیویارک ٹائمز نے اپنی تازہ ترین تحقیقاتی رپورٹ میں لکھا ہے، چند جرأت مند عیسائی خواتین نے جب ان جنسی زیادتیوں کے خلاف پاپائے روم سے احتجاج کیا تو انہیں نہ صرف ڈرایا دھمکایا گیا بلکہ ان کو سختی سے منع کیا گیا کہ وہ حقائق کا انکشاف کر کے مذہبی رہنماؤں کو بدنام نہ کریں۔ یوشن کے کارڈنیل، ممبر ٹومیڈ پروس کو ایک خاتون نے اپنے خاندان کے 6 بچوں کے ساتھ زیادتی کے بارے میں آگاہ کیا تو اس نے جواب میں لکھا:

”آپ اس بات پر یقین رکھیں کہ ہم رسماً گناہ قبول نہیں کر سکتے اور نہ ہی اس کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔ بس ہم بخوبی تسلیم کرتے ہیں کہ ہمیں گناہ گاروں سے پیارا اور محبت کرنا چاہیے۔“

عیسائی پیشواؤں کی طرف سے ”میری“ نامی ایک اور خاتون کو بھی اسی قسم کا جواب دیا گیا۔ رپورٹ کے مطابق گزشتہ 40 برس سے آئرلینڈ میں کارڈنیل سین براؤنی نے 15 ہزار سے زیادہ بچوں کے ساتھ زیادتی کی لیکن اس کارڈنیل کی معزولی کے لئے پیش کی گئی تمام درخواستوں کو بڑے پادریوں نے یکسر مسترد کر دیا۔ نیویارک ٹائمز کی شائع شدہ اس سنٹوری کے بعد جب وہی کن کے موجودہ پاپائے اعظم بینیڈی کٹ جو اس وقت کارڈنیل جوزف ریڈی کنز کھلاتے تھے، 200 ہزار بچوں سے زیادتی کرنے والے ایک پادری کے خلاف کارروائی کرنے کی بجائے ذرائع ابلاغ پر برس پڑے اور کہا کہ ”مذہب کسی کو اجازت نہیں دیتا کہ مذہبی مبلغین اور مقتدر عقیدہ لوگوں پر الزامات لگا کر معاشرے میں خوف و ہراس پھیلا دیا جائے۔“

اس کے علاوہ وہی کن سے متعلق لوگ پوپ کو اس حوالے سے مطمئن کرنے پر پریس کے سخت خلاف ہیں۔ وہ سارا الزام میڈیا پر دھرتے ہیں اور اپنے پیشواؤں کو بری الذمہ قرار دیتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ ”ان اوگوں سے بھی پیار کرو۔“ اس سلسلہ میں تحقیقات اور ریسرچ کرنے والوں کا کہنا ہے کہ امریکہ اور یورپ کے آزاد خیال معاشرے میں بے راہ روی کی شرح بے انتہا ہے اور چرچ میں ہونے والی بے راہ روی اور جنسی آلودگی بھی اسی تناسب سے بہت زیادہ ہے۔

تازہ ترین خبر یہ ہے کہ وہی کن کے پوپ اعظم بینیڈی کٹ نے 50 کارڈنیلوں کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اس امر کا اعتراف کیا کہ ”وہ دشمنی اور گناہ مارچرچ کی سربراہی کر رہے ہیں۔“ انہوں نے کہا کہ ”میں نے اپنے 5 سالہ دور میں چرچ کو گناہوں کے اڈوں کے طور پر پایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پادریوں کے خلاف بہت سے سکینڈلز سامنے آتے ہیں۔“

انہوں نے یہ بات ایک کارڈی قلم کے خلاف سامنے آنے والے جنسی سیکنڈل کے بارے میں فیملی کرنے والے 50 کارڈی قلم کے اجلاس میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ ”وہ جانتے ہیں کہ ایسے سیکنڈل کے دائرے میں صرف یہی کارڈی قلم نہیں آتا بلکہ تمام کارڈی قلموں میں شامل ہو سکتے ہیں۔ یہ محض ایک کارڈی قلم کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ کارڈی قلموں کے کاغذ کی عزت کا سوال ہے۔ اس سے ایک نہیں تمام کارڈی قلموں کی عزت پر حرف آیا ہے۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے ہمیں اقدامات کرنا ہوں گے۔“

چھٹے دنوں ٹی بی سی اور دنیا کے دوسرے نیوز نیٹ ورکس پر جرمنی کے پادریوں کی دریدہ ذہنی اور راہبائوں کو بے آبرو کرنے کی تفصیلات منظر عام پر آئی ہیں۔ کچھ سال پہلے روم کے سب سے بڑے کلیسا کے تہ خانوں سے نومولود بچوں اور بچیوں کی ہزاروں کھوپڑیاں اور ڈھانچے منظر عام پر آئے۔ اسی سب سے بڑے کلیسا میں معروف مبلغ، ہزاروں راہبائوں (Nuns) اور مقدس پادریوں کی ان جنسی کرتوتوں کی پردہ دہی کر گئیں جن پر جانے کتنے برسوں سے پردہ پڑا ہوا ہے۔

یہ ہے تہذیب و تمدن کے علمبردار اہل مغرب کے مذہبی رہنماؤں اور روحانی پیشواؤں کے گھناؤنے جنسی جرائم کی ایک ہلکی سی تصویر۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عام معاشرے میں بگاڑ کس قدر ہوگا اور اس کی شرح کیا ہوگی؟ ستم ظریفی یہ ہے کہ روحانی پیشواہرائی کو برائی کہنے پر تیار نہیں بلکہ احتجاج کرنے والوں کو ان ملعون کرتوتوں سے بچانے میں مددگار بن جاتے ہیں اور ڈراتے دھمکاتے ہیں۔ کسی نے کہا تھا:

چون کفر از کعب ”برخیزد“ کیا ماند مسلمانی

اس مصرعہ کو یہ تعبیر ادنیٰ اس طرح کہا جاسکتا ہے:

چون کفر از ”گر جا“ برخیزد کجا ماند عیسائیت

☆☆☆

یورپ میں آتش فشاں کی راکھ سے بحران

گزشتہ دنوں آئس لینڈ کے آتش فشاں پھٹنے اور اس سے اٹھنے والے گرد و غبار کے پادلوں کے باعث نصف دنیا کے ہوائی سفر معطل ہو کر رہ گئے۔ یورپ کے علاوہ ایشیا سے آنے والی پروازیں بھی متاثر ہوئیں۔ لاکھوں کی تعداد میں مسافر ہوائی اڈوں میں پھنس گئے۔ مسافر کو ہولوں میں غمراہے جانے کے باعث فضائی کمپنیوں کو شدید مالی خسارے کا سامنا کرنا پڑا۔ کمپنیوں نے یورپ جانے والے مسافروں کی بجگہ ہی بند کر دی۔ اندازہ ہے کہ فضائی کمپنیوں کو 80 کروڑ ڈالر سے زیادہ کا نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔

پاکستان، بھارت اور متحدہ امارات کی قومی فضائی کمپنیوں نے بھی یورپ اور شمالی امریکہ کے لئے پروازوں کا سلسلہ بند کر دیا۔ کینیڈا کے وزیر اعظم نے روس کا دورہ منسوخ کر دیا۔ یورپ میں آتش فشاں کے دھوکے کے باعث ایران میں منعقد ہونے والی تحقیقی اسلیم کانفرنس بھی متاثر ہوئی۔ متعدد ممالک کے وزرائے خارجہ تہران نہ پہنچ سکے۔ امریکی صدر اوباما نے پولینڈ کا دورہ منسوخ کر دیا۔ اس طرح 48 ممالک کے رہنما پولینڈ کے صدر کی آخری رسومات میں شرکت نہ کر سکے۔

اسے ایف پی کے مطابق یورپ کو فضائی بحران کے باعث اربوں یورو کے نقصان کا سامنا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ گرد و غبار میں ششے اور ریت کے ذرات شامل ہیں جو جہازوں کی مشینری کو جام کر سکتے تھے۔

پولینڈ کے صدر کی آخری رسومات میں شامل ہونے کے لئے جانے والے امریکی و فرانسیسی صدر کے علاوہ پاکستان کے وزیر دفاع احمد مختار بھی شامل ہیں۔ مزید براں وزیر اعظم پاکستان یوسف رضا گیلانی نے فرانس، بیلجیئم اور جرمنی کا دورہ بھی منسوخ کر دیا ہے۔

تہران کن امر ہے کہ عہد حاضر میں سائنس بے پناہ ترقی کر چکی ہے اور حضرت انسان چاند کیا، مریخ تک کے دورے کر رہا ہے اور آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا ہے لیکن وہ اس قدر بے بس اور مجبور محض ہے کہ ایک آتش فشاں کے گرد و غبار اور ذرات نے نصف سے زائد دنیا کی پروازوں کو منسوخ کر دیا ہے اور لاکھوں مسافر بے بسی کی حالت میں اتر پورٹس پر پریشان حال پڑے رہے۔ سائنس کی محیر العقول تمام ایجادات اور ترقی دہری کی دہری رہ گئی ہے۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ اپنے محیر العقول کرشموں سے حضرت انسان کو یاد دلاتا اور باور کراتا رہتا ہے کہ اس کی قدرت و عظمت کے سامنے انسان کچھ بھی نہیں، وہ ایک ذرہ محض ہے، اس لئے اسے چاہیے کہ وہ اپنے رب اور خالق کو ہر لمحہ یاد رکھے جو کسی وقت بھی، کچھ بھی کر سکتا ہے اور اس کی حرکات و سکنات کو مفلوک کر سکتا ہے، لیکن انسان ہے کہ فرعون بنا ہوا ہے اور خدائی زمین پر غلبہ و غارت اور ظلم و جور کئے جا رہا ہے اور فساد

عن ابی ہریرہؓ قال کنا قعوداً حول رسول اللہؐ معنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما فی نفر فقام رسول اللہؐ من بین اظہرنا فابطاً علینا و عشیما ان یقطع دوننا و فرعنا و قمنا فکنت اول من فرغ فخرجت ابتغی رسول اللہؐ حتی اتیت حائطاً للانصار لبني النجار فدرت بہ هل اجد لہ باباً؟ فلم اجد فاذا ربيع یدخل فی جوف حائط من سیر خارجه و الربیع الجدول فاحتفزت فدخلت علی رسول اللہؐ فقال ابو ہریرہؓ فقالت نعم یا رسول اللہؐ قال ما شأنک قلت کنت بین اظہرنا فقممت فابطأت علینا فعشیما ان تقطع دوننا ففرعنا فکنت اول من فرغ فاتییت هذا الحائط فاحتفزت کما یحتفز العلب و ہولاء الناس و رآء ى فقال یا ابا ہریرہؓ و اعطانی نعلیہ قال ہب بنعلیٰ ہاتین فمن لقیتم من وراء هذا الحائط یشہد ان لا الہ الا اللہ مستیقنا بہا قلبہ فیشرہ بالجنة فکان اول من لقیتم عمر فقال ماہاتان المتعلان یا ابا ہریرہؓ قلت ہاتین نعلار رسول اللہؐ بعننی بہما من لقیتم یشہد ان لا الہ الا اللہ مستیقنا بہا قلبہ بشرہ بالجنة قال فضرِب عمر بیدہ بین ثدی ضربہ فخررت لاستی فقال ارجع یا ابا ہریرہؓ فرجعت الی رسول اللہؐ فاجہشت بکاء و رکبنی عمر فاذا ہو علی اثری فقال رسول اللہؐ مالک یا ابا ہریرہؓ قلت لقیتم عمر فاعبرته بالذی بعننی بہ فضرِب بین ثدی ضربہ خورت لاستی قال ارجع قال رسول اللہؐ یا عمر ما حملک علی ما فعلت قال یا رسول اللہؐ بابی انت و امی ابعت اباہریرہ بنعلیک من لقی یشہد ان لا الہ الا اللہ مستیقنا بہا قلبہ بشرہ بالجنة قال نعم قال فلا تفعل فانی اخشى ان یتکل الناس علیہا فخلہم یعملون فقال رسول اللہؐ فخلہم . (رواہ مسلم مشکوٰۃ شریف، حدیث نمبر ۳۹، صفحہ ۱۹)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہؐ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم لوگوں میں ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ دفعۃً رسول اللہؐ ہمارے درمیان سے اٹھ کر تشریف لے گئے اور واپسی میں کچھ تاخیر فرمائی۔ ہم ڈر گئے کہ آپؐ کو کوئی زہن نہ پہنچ جائے۔ پس ہم گھبراہٹ میں کھڑے ہوئے اور سب سے پہلے پریشان ہونے والا میں تھا، سو میں حضورؐ کی تلاش میں نکل پڑا، یہاں تک کہ بنی نجار کے ایک باغ میں جا پہنچا۔ سو میں گھوما کہ کوئی دروازہ مجھ مل جائے لیکن مجھے کوئی دروازہ نہ ملا، ہاں ایک چھوٹی سی نالی دیکھی جو باغ میں سے باہر نکلتی تھی تو میں سکر کر اس نالی کے ذریعہ رسول اللہؐ کے پاس چلا گیا۔

حضورؐ نے فرمایا ”ابو ہریرہؓ“

میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہؐ

”فرمایا“

”تم کیسے؟“

عرض کی:

آپ ہمارے درمیان تھے پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے، واپسی میں تاخیر فرمائی، ہم گھبرائے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے پس ہم گھبراہٹ میں اٹھے اور سب سے پہلے میں ہی پریشان ہونے والا تھا پس میں اس دیوار کے پاس آیا اور لومڑی کی طرح سکر کر اندر داخل ہو گیا باقی لوگ میرے پیچھے ہی ہیں۔

تو آپؐ نے فرمایا:

”ابو ہریرہؓ“

ساتھ ہی مجھے اپنے غلطن عطا فرما دیے

پھر۔۔۔

فرمایا

یہ میرے غلطن لے کر جاؤ اور اس دیوار کے باہر جو بھی تجھے سچے دل سے ”لا الہ الا اللہ“ کہتا ہوا ملے اسے جنت کی بشارت دے دو۔

پھر ایسا ہوا

کہ سب سے پہلے مجھے حضرت عمرؓ ملے

اور فرمایا

ابو ہریرہؓ! ”یہ تعین کیسے ہیں؟“

میں نے کہا:

”یہ تعین حضور ﷺ کے ہیں اور مجھے دے کر آپ نے بھیجا ہے کہ میں جس سے بھی ملوں اس حال میں کہ وہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو میں اسے جنت کی بشارت دے دوں۔“

”حضرت عمرؓ نے میرے سینے پر زور سے ایک ہاتھ مارا جس سے میں پیچھے کے بل گر گیا۔“

اور فرمایا:

واپس چلے جاؤ

میں واپس حضور ﷺ کے پاس لوٹ کر گیا اور روتے ہوئے عرض کی جبکہ حضرت عمرؓ میرے پیچھے ہی تھے اور میں وحشت زدہ روئے جا رہا تھا۔ حضور ﷺ نے پوچھا؟

ابو ہریرہؓ!

تجھے کیا ہوا؟

عرض کی:

مجھے حضرت عمرؓ نے اور میں نے انہیں خبر دی

جو آپ نے ارشاد فرمائی تھی

اس پر عمرؓ نے میرے سینے پر مارا جس سے میں چٹ کر گیا اور مجھے واپس کر دیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا

عمر!

تمہیں ایسا کرنے پر کس چیز نے ابھارا؟

عرض کرنے لگے:

یا رسول اللہ ﷺ!

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں

”کیا آپ نے ابو ہریرہؓ کو تعین عطا فرما کر بھیجا تھا کہ جو بھی دل کے یقین کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتے ہوئے ملے اسے جنت

کی بشارت دے دو۔“

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”ہاں“

عرض کرنے لگے:

یا رسول اللہ ﷺ!

پھر تو لوگ توکل کرتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائیں گے اور عمل چھوڑ دیں گے، سو رہنے دیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اچھا پھر رہنے دیں“

اس حدیث شریف کی تشریح میں ہم چھبیس فوائد عرض کریں گے۔

پہلا فائدہ:

حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں۔ آپ کا اسم گرامی عبید تھا۔ خاندانی نام اگرچہ عبدالمطلب تھا۔ عبید نام حضور ﷺ نے رکھا تھا۔

دوسرا قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ بچپن ہی میں ماں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ حضرت طفیل بن عمروؓ کی کوششوں سے بنی دوس میں

اسلام پھیلایا۔ وہ لوگ جو حضرت کے ساتھ خیبر میں حضور ﷺ کے پاس پہنچے تھے، حضرت ابو ہریرہؓ ان میں شامل تھے۔ حضور ﷺ کی دعا سے

آپ کی ماں مسلمان ہوئیں۔ اس پر حضرت ابو ہریرہؓ بہت خوش ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بحرین کے عامل رہے۔

حدیث شریف کے سب سے بڑے حافظ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ حضور ﷺ نے حافظے کی دولت ان کی چادر میں ایسی ڈالی کہ چہرہ کوئی بات جو حضور ﷺ کی سیرت سے تعلق ہو آپ کو بھولتی نہیں تھی۔ آپ کی مرویات کی تعداد پانچ ہزار تین سو ستر کے قریب ہے۔ حضرت عربی کے علاوہ فارسی زبان بھی خوب جانتے تھے۔ غلو تہملت میں آپ حضور ﷺ کے ساتھ رہتے۔ آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتیں۔ آل اطہار کے ساتھ خصوصی افکار رکھتے تھے۔ ماں کی خدمت کی وجہ سے ساری زندگی حج نہیں کیا۔ فقر اور غنادہوں حالتوں میں دست فیضی کو سکڑنے نہ دیتے۔ آپ کے دست خوان پر مہمانوں کا جوم رہتا۔ طبیعت میں ابتداء درجہ زیادہ سادگی تھی۔ دراز گوش پر ہمیشہ معمولی عمدہ ڈال کر سواری کرتے۔ ایک مرتبہ کتان کے رنگے جوئے کپڑے پہنے اور ایک سے ناک صاف کی اور فرمانے لگے:

ابو ہریرہ!

آج تم کتان سے ناک صاف کرتے ہو حالانکہ کل منبر نبوی اور حجرہ عائشہ کے درمیان غش کھا کر مگررتے تھے اور گزرنے والے تمہاری گردن پر پاؤں رکھ کر کہتے تھے کہ ابو ہریرہ کو جنوں ہو گیا حالانکہ تمہاری یہ حالت صرف اور صرف بھوک کی وجہ سے ہوتی تھی۔

دوسرا فائدہ:

حضور ﷺ سے آپ کے اصحاب جنوں کی حد تک محبت کرتے تھے۔ آپ کے جمال بے عدیل سے ہر وقت وہ نور کے جلووں کا اکتساب کرتے رہتے تھے۔ آپ ﷺ کو بھگنے کے لئے بھی ان کی آنکھوں سے اوجھل ہوتے تو وہ مایہ بے آپ کی طرح تڑپتے، دیکھتے نہیں اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے اور تاخیر ہو جانے پر آپ کے اصحاب میں کس قدر تشویش ہوئی اور وہ سب بے تابانہ حضور اکرم ﷺ کی تلاش میں نکل پڑے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا عالم اضطراب یہ تھا تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی کیفیت کیا ہوگی۔

تیسرا فائدہ:

حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اسلام سے اپنی والہانہ وابستگی اور حضور انور ﷺ کے جمال بے مثل پر خدا ہو جانے کے جذبے اور خدا وادبیم و فراست کی بنا پر آل و اصحاب کی آنکھ کے تارے بن چکے تھے۔ دو در رسالت اور سیرت طیبہ کی کوئی بھی روایت ہو تو اس میں شیخین کا تذکرہ کیا جاتا اور ان کی تائید، توثیق اور حمایت تسکین اور جمعیت ذہن و قلب کا ذریعہ سمجھی جاتی۔ زیر نظر حدیث میں بھی حضرات شیخین کا تذکرہ ایک خاص حسن اور سکت کی روشنی باغنا نظر آتا ہے۔

چوتھا فائدہ:

حدیث شریف کا مرکزی مضمون اور معنوی عمود ”کلمہ طیبہ“ پر دل و جان سے اعتقاد اور ایمان پیدا کرنا ہے۔ درس توحید کا نور قلب کی گہرائیوں میں راسخ کرنا ہے۔ اسلام کی راہوں میں غلوں اور اخلاص کی مشعل لے کر نکلتا ہے اور یہ بات اظہر من الشمس کرنا ہے کہ جیسے جسم روح کے بغیر کچھ نہیں ہوتا ایسے ہی مذہب عقیدہ کے بغیر بے جان مردہ ہوتا ہے۔ بلاشبہ اسلام میں معاشرتی تعلیمات، معاشی اسباق، آئینی و لغات و اخلاقی عظیمتیں اور روحانی سوغاتیں بہت کچھ ہے لیکن ان سب کی بنیاد لا الہ الا اللہ ہے اور اس کلمہ کے معنی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، کارنگ زندگی کے ہر شعبہ میں لانا ہے۔

پانچواں فائدہ:

حدیث کے تعلق میں اعمال کی انہیاتی اور روحانی بنیادیں بتا دی گئی ہیں۔ مذہب کی ہر مشق اس وقت تک عبث رہتی ہے جب تک اعمال کے عقب میں لوگوں کے اندر قوت ارادی نہ پیدا کی جائے اور قوت ارادی پیدا کرنے کی آماجگاہ دل ہے اور دل چار چیزیں ضرور پیدا کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے، اگر دل کی نسبت ایمان کے بنیادی مرائع کے ساتھ مضبوط ہو۔ پہلی چیز ارادہ، دوسری چیز اپنے ہدف تک رسائی کے فوائد پر یقین، تیسری چیز یکسوئی اور چوتھی چیز صفا اور محبت۔ زیر نظر حدیث میں رحمۃ اللعالمین آقا نے مسلمانوں کو انہیاتی اور روحانی لحاظ سے مضبوط فرمایا ہے۔

چھٹا فائدہ:

راہ طلب میں طالبین اور سالکین کو پیش آنے والی کیفیات مختلف قسم کی ہوتی ہیں۔ بظاہر وہ آدمی ایک ہی کام کر رہے ہوتے ہیں لیکن ہر ایک کی کیفیت مختلف ہوتی ہے۔ سوچ کے زاویوں میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ جان رحمت ﷺ کے ساتھ تعلق کے مناجات مختلف ہو سکتے ہیں دیکھتے نہیں عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں کلمہ پڑھنے والے ہیں۔ مخزن ایمان سے ایمان کا رشتہ دونوں کے ہاں مضبوط اور محکم ہے لیکن حالات کا تجزیہ کرنے کی قوتیں الگ الگ ہیں۔ اور ان کی کیفیت کا معیار ایک ہے لیکن ان کے شغول مختلف ہیں۔ عمر میں جلال ہے ابو ہریرہ میں جمال ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ میں دور تک دیکھنے کا آہنگ ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو جیسے کہہ دیا اس سے طلب نور کا جنون ہے۔ جمالیاتی اعتبار سے دونوں

مردم میں پیشی ہیں لیکن لذت کے اعتبار سے ہر ایک میں ایک یا معنی اور تازہ راحت موجود ہے۔

ساتواں فائدہ:

حدیث شریف بتاتی ہے کہ حضور ﷺ تنہا ہی ایک باغ میں تشریف لے گئے اور تھل اور خلوت، نظر اور تامل حیرت کے لئے ہر ایک کو کچھ وقت کے لئے خود سے دور کر دیا۔ حضور ﷺ کی حکمتیں تو اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں لیکن حدیث میں پر تو سنت یہ ہوگا۔ افکار کے جائز، حکمتوں کے حاصل کرنے اور محبتوں کی یکسوئی کے لئے علیحدگی از حد ضروری ہے، خصوصاً روحانی ثمرات سے آگاہی کے لئے ضروری ہے کہ کچھ وقت سب سے الگ ہو کر گزارا جائے کہ نور کی رم جھم برستی بارش سے اخذ نفع اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے۔

آٹھواں فائدہ:

یہ حدیث بتاتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی تلاش ایک باغ تک جا پہنچے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا چیز تھی جو انہیں کشاکش کشاکش یہاں لے آئی۔ لگتا ہے حضور ﷺ جن راہوں سے گزر جاتے وہ راہیں بھی بدن اطہر سے صادر ہونے والی خوشبوؤں کے بو سے لیتیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم، جمیع کے اور کات انتہائی حساس تھے، خصوصاً حضور ﷺ کی ذات اطہر کے توجہ فدا کی تھے اور آپ آقا بھی وہ تھے کہ جن راہوں کو نوازے شجر و حجر سلام کرتے اور ریگ و درود پڑھتے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ آج بخت نے از جہنم پاؤں دامن ابو ہریرہ میں ڈال دیں اور وہ سب سے پہلے وہاں جا پہنچے۔

نواں فائدہ:

حدیث بتاتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے باغ کے اندر جانے کے لئے راستہ تلاش کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ صرف ایک چھوٹا سا راستہ پانی کی گزرگاہ تھی، آپ فرماتے ہیں: میں لومڑی کی طرح سکر کر اندر چلا گیا۔ جمال بیان ادب کی عظمت سامع کے ذہن میں اندل و بنا ہے کہ یہاں وہ اپنے لئے استعارہ لومڑی کی طرح سکرنا استعمال کرتے ہیں۔ معلوم ہوا استعارہ پانچویں صرف کسی ایک علاقہ اور نسبت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا انسان تو اشرف المخلوقات ہے حضرت نے اپنے آپ کو لومڑی کی طرح کیوں کہا۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضور ﷺ نے شیر کہا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا باپ کہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مسکین کو جنت کی چڑیا سے تشبیہ دی، یہ مثالیں بتاتی ہیں کہ اگر کوئی اپنے آپ کو سب رسول کہہ دے یا غوث پاک کا کتا تو تشبیہ صرف وفا کے لئے ہوگی، اللہ فہم نصیب فرمائے۔

دسواں فائدہ:

سوال یہ ہے کہ حضور ﷺ کسی راستہ ہی سے باغ میں داخل ہوئے تھے اگر یہ ایسے ہی ہے تو پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو راستہ کیوں نہ ملا۔ جواب یہ ہوگا کہ شدت شوق انتظار کا تحمل نہیں ہوتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جلدی یہ تھی کہ فوراً حضور ﷺ کے پاس پہنچیں، سو آپ جلدی میں لومڑی کی طرح سکرے اور پانی کے راستے ہی سے باغ کے اندر داخل ہو گئے۔ اللہ پاک نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کیا چیز آپ کو یہاں جلدی لے آئی؟ آپ نے فرمایا:

عجلت الیک رب ترحمی

”میں نے جلدی تیری طرف اس لئے کی ہے کہ تو خوش ہو جائے۔“

قد عبد القیس کے لوگ سوار یوں پر مدینہ النوریہ طرف بڑھ رہے تھے، جب منزل قریب آئی تو سوار یاں انہیں کمزور رفتار محسوس ہوئیں وروہ اپنی سوار یوں سے اتر کر خود حرم نبوی کی طرف دوڑ پڑے اور حضور ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چومنے شروع کر دیئے۔

گیارہواں فائدہ:

”نعلین“، نعل کا شنیہ ہے۔ یہ لفظ پاؤں کو محفوظ رکھنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ائمہ لغت نے کہا نعل وہ چیز ہے جو پاؤں کو زمین سے محفوظ رکھے، لغت کی کتابوں میں چمیل زمین، کمزور انسان، بیوی اور پاؤں کو مسرت سے بچانا معنی نقل کیا ہے۔ عرف میں نعل سے مراد پاؤں میں پہنے والا جوڑا ہی ہوتا ہے، جو تپا پہنے والے شخص کو ”رجل ناعل“ کہتے ہیں۔ جو ہری نے لکھا ہے کہ نعل لفظ مؤنث استعمال ہوتا ہے۔

بارہواں فائدہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

إذا نطع سبغ احدکم فلیس یرجع فانما من المصاب

”جو تم میں کسی ایک کا تسمہ ٹوٹ جائے وہ انا اللہ پڑھے کیونکہ یہ بھی مصائب میں سے ہے۔“

”شمس“ قسمہ کو کہتے ہیں۔ شمس اک اس قسم کو کہتے ہیں جو نعل کے سامنے والے حصہ پر ہو۔ درمیانی انگلی اور اس سے متصل انگلی کے درمیان جو زمام ہوتی ہے اسے قبال کہتے ہیں۔

تیسرے سوال فائدہ:

حضور ﷺ کے نعلین مبارکین دوزمام رکھتے تھے۔ جس چڑے سے وہ بنے ہوئے تھے وہ بے پال تھے۔ آپ کا بے نعلین میں وضو فرما لیا کرتے تھے۔ آپ کے مبارک نعلین کا رنگ زرد تھا۔ (صغر السعاده/ جمع الوسائل فتح المعال، شرع شاکل، اربعین)

چوتھے سوال فائدہ:

ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

”پاؤں میں ہمیشہ جوتے پہناؤ اور جب اتار دو تو قدموں کی درمیان رکھو۔“

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ مجھے پر سواری فرماتے، اپنے نعل کو خود پیوند لگا لیتے، آپ اون کے پڑے پہنتے اور فرماتے جس نے میری سنت کو ترک کیا وہ مجھ میں سے نہیں۔“

پندرہواں فائدہ:

بزرگوں کے نعلین اٹھانا ہمیشہ طالبین کا بہترین طریقہ رہا اور اپنے نعلین کو خود پیوند لگانا عظمیٰ تلاش کرنے کی راہ سمجھا جاتا رہا۔

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملے اور فرمایا:

اے امیر المؤمنین!

اگر آپ کو یہ بات خوش لگے کہ اپنے بزرگوں کے ساتھ ملاقات ہو تو جوتا خود کاٹھو، امیدیں کم کر لو اور میر ہو کر نہ کھاؤ۔

آپ نے فرمایا:

علی! کچھ اور بھی زائد راہ عطا کرو۔

سولہواں فائدہ:

ایک جوتا پہن کر چلنے کی ممانعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی ایک جوتا پہن کر نہ چلے یا دونوں پہنے یا دونوں اتارو“

ایک وجہ یہ ہے کہ وقار شخص کے خلاف ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگ دیکھ کر مذاق کریں گے اور وہ گناہ کار ہوں گے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ

جسم کا توازن خراب ہوگا جو امراض کا باعث بن سکتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ ایک جوتا پہن کر چلے ہیں، لیکن دونوں روایات

میں تطبیق یہ ہوگی چنانچہ آپ کا خامہ ہے اور ممانعت امہ کے لئے راہ عمل ہے۔

سترہواں فائدہ:

جوتا پہننے کے آداب یہ ہیں کہ جب جوتا پہنا جائے تو دائیں پاؤں سے شروع کیا جائے اور اتارتے ہوئے بائیں پاؤں سے ابتدا کی

جائے۔ (ترمذی شریف)

اٹھارہواں فائدہ:

زرد رنگ کا جوتا پہننے کی فضیلت یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس نے زرد رنگ کا جوتا پہنا وہ ہمیشہ خوشیاں دیکھے گا۔

سختی ابن کثیر فرماتے:

کالے رنگ کا جوتا پہننے سے باز آؤ اس لئے کہ اس سے غم بڑھتا ہے۔

انیسواں فائدہ:

حضور ﷺ کے نعلین کریمین کے تین نام تھے۔ معقبہ، محضرہ اور مجلسہ، معقبہ جس کی ایڑی چوڑی تھی اور محضرہ جس کی کمر

یعنی درمیان حصہ پتلا تھا اور مجلسہ یعنی زبان کی طرح جوڑے کا ہونا آگے پتلا اور نرم ہونا۔

بیسواں فائدہ:

حضور ﷺ کے نعلین اٹھانے والے صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے اسی لئے آپ کو ”صاحب النعلین“ کہا جاتا تھا۔

حضرت قاسم سے روایت ہے کہ

جب حضور ﷺ بیٹھے تو حضرت عبداللہ بن مسعود کھڑے ہو جاتے اور آپ کے جوڑے پاؤں سے اتارتے اور اپنی آستینوں میں اوپر سے رکھ لیتے اور جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو حضرت عبداللہ ﷺ آپ کو نعلین پہناتے اور عصا پکڑ کر آپ کے ساتھ چلتے یہاں تک کہ آپ گھر تشریف لے جاتے۔

اکیسواں فائدہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کسی کا رخبرہ کی طرف بڑھو تو نیچے پاؤں چل پڑو کیونکہ اس طرح چلنے والوں کو اللہ جوتے پہن کر چلنے والوں سے دو گنا اجر عطا فرماتا ہے۔ (تاریخ بغداد)

پانچویں فائدہ:

حضور ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنے نعلین کس حکمت کے تحت عطا فرمائے۔ محدثین نے جو کچھ لکھا اس کا خلاصہ یہ ہے۔

- ۱۔ جنت کے واجب ہونے کی خوشخبری بہت بڑی تھی اس لئے نشانی دی تاکہ بات پختہ ہو جائے۔
- ۲۔ جنت کے لئے لا الہ الا اللہ پڑھنا ہی کافی نہیں حضور ﷺ کی نعلین کی غلائی بھی ضروری ہے۔
- ۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دُعا کے لئے کہ وہ بہت بڑا پیغام لے کر جا رہے تھے اس لئے تسکین دل کے لئے اپنے نعلین عطا فرمادیے۔
- ۴۔ روحانیت کی منزلیں طے کرنے کے لئے وسیلہ مرشد از حد ضروری ہے۔
- ۵۔ جس کو مرشد مانیں اس کے جوتے اٹھانا بھی ضروری ہے۔ خدمت کے بغیر کوئی جوہر ہاتھ لگتا نہیں۔
- ۶۔ خود مقام حیرت میں تھے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ویسے ہی پاس سے اٹھا دیتے تو شاید ان کا دل ٹوٹتا۔ آپ نے نعلین دیئے تاکہ کیفیت ان کے قلب و روئے میں تسکین پانچتی رہے۔

۷۔ مالک ہیں جو مرضی میں آئے حکم دیں غلاموں کا کام اطاعت ہے۔

تیسواں فائدہ:

حضرت نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا کہ لوگوں میں عمل کی تحریک جاری رہے۔ نظام العمل کا قائم رہنا ہی قوموں کے لئے جان ہے۔

سی لئے حضور ﷺ نے فیصلہ عمر رضی اللہ عنہ کو قائم رکھا۔

چوبیسواں فائدہ:

روحانیت میں قلبی حالت مختلف قسم کی ہوتی ہے۔ حضور انور ﷺ کی بھی ایک کیفیت پہلے کی تھی اور ایک حضرت عمر کے تشریف لانے کے بعد کی۔ فائدہ دو حالتوں کے اپنی اپنی جگہ مسلمہ تھے لیکن آپ ﷺ مناسب یہی جانا کہ ”خاصاں دی گل عامان آگے نی مناسب کرنی“۔

پچیسواں فائدہ:

حضور ﷺ کے نعلین بطور تبرک سنبھال کے رکھنا ان سے پیار کرنا اور ان کی توقیر اور عزت میں انتہائی اہتمام کرنا اسلاف کا بہترین عمل رہا۔ امام ترمذی نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ یحییٰ بن طلحہ ان فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں دو بے بال نعلین دکھائے جن کے دو زمام تھے اور پھر ہم تک یہ بات پہنچائی کہ یہ نعلین حضور اکرم ﷺ کے ہیں۔ بہترین دلیل ہیں نعلین کی عزت، کرامت اور سند پر زیر گفتگو حدیث بہترین دلیل ہے۔ نعلین تو عظیم سرمایہ ہیں اسلاف نے نقش نعلین سے بھی عشق کیا ہے۔

چھبیسواں فائدہ:

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی نے نعلین سے متعلق ایک خوبصورت بات لکھی ہے:

”اہل معرفت کا کہنا ہے کہ صانع کے وجود پر دو مقدمات سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ تمام عالم حادث ہے اور ہر حادث کے لئے موثر صانع ہونا لازمی ہے۔

یہ مقدمات ”مثل کے مقصود تک رسائی کے لئے نعلین کی مانند ہیں۔ جب اللہ کی معرفت حاصل ہو جائے تو پھر ضروری ہے کہ ان مقدمات سے صرف نظر ہو جس قدر اوجہ مصروفیت ہوگی معرفت سے استغراق سے محرومی ہوگی۔ موی علیہ السلام وادی مقدس میں

حاضر ہوئے تو فرمایا دل کو نعلین سے فارغ کرو اب تم معرفت الہیہ کے سمندر میں ہو۔ انھی انا ربک

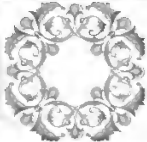
یہ بات ”فاخلع نعلیک“ کی تفسیر میں رازی نے لکھی ہے۔“



جو سر پر رکھنے کو مل جائے نعلِ پاک حضور

سیرتِ نبویؐ

والدین کی فرمانبرداری



ساجزادہ حسنا احمد مرتضیٰ (جونیئر)

والدین کا وجود اولاد کیلئے ایک عظیم نعمت ہے۔ والدین ایک ایسی دولت ہیں جن کی دمانیں اور خوشیاں اولاد کے لئے ترقی کا باعث ہیں۔ ماں اور باپ اپنی اولاد کے لئے ہر مشکل اور تکلیف کو برداشت کرتے ہیں۔ اسلام نے انہی حکمتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے حقوق بیان فرمائے ہیں۔ انسان ساری زندگی بھی والدین کی خدمت پر مامور رہے پھر بھی وہ ان کے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکتا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی و طاعت کے بعد والدین کا ذکر فرمایا ہے۔ والدین کی اطاعت کی جائے۔ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔ ان کے ساتھ نرمی کے ساتھ پیش آیا جائے۔ انکے آگے اف تک نہ کی جائے۔ ان کے ساتھ نرم لہجہ کو اختیار کیا جائے۔ وہ کوئی سخت بات بھی کہیں تو پھر بھی ان کے ساتھ آہستہ انداز میں بات کی جائے۔ ان کو خوش رکھا جائے۔ ان کو ناراض و ناراحت نہ کیا جائے اس لئے کہ پیغمبر اعظم و آخر نے فرمایا:

رضی اللہ فی رضی الوالدین و سخط اللہ فی سخط الوالدین

”والدین کی خوشی و رضا میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور والدین کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔“

گو یا رضا الہی کے حصول کے لئے والدین کی رضا اور خوشی ضروری ہے۔ کوئی شخص والدین کو ناراض و ناراحت کر کے رب کریم کو خوش نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اور تربیت کے لئے والدین کو وسیلہ بنایا ہے۔ ماں ایک مدت تک بچے کا بوجھ اٹھائے پھرتی ہے، حتیٰ کہ بچے کو خوراک بھی ماں کے پیٹ ہی میں ملتی ہے اور پھر جب اس کے وجود سے وہ جدا ہوتا ہے تو ایک ماں کس مرحلے پر گزرتی ہے؟ اس کیفیت اور تکلیف کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا، البتہ اس تکلیف وہ مرحلے کو اس بات سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اس حالت میں اگر ماں کی موت واقع ہو جائے تو اس کو شہادت کا درجہ نصیب ہوتا ہے۔ صحیحین کی ایک حدیث میں ماں کے حق کو تین بار فرمایا۔ ملاحظہ ہو جب ایک صحابی نے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ ”من احق الناس بحسن صحابتي؟“ فقال امك قال ثم من؟ فقال ثم امك قال ثم من؟ فقال ثم

امك قال ثم من؟ فقال ثم ابو ک

”یا رسول اللہ ﷺ مجھ پر لوگوں میں سے سب زیادہ کس کا حق ہے؟ نبی پاک ﷺ نے فرمایا تیری ماں کا اس نے کہا پھر کس کا؟ پھر فرمایا تیری ماں کا، اس نے پھر پوچھا فرمایا تیری ماں کا، اس نے کہا پھر؟ آپ نے فرمایا تیرے باپ کا۔“

حدیث بالا میں تین بار سوال کرنے پر ماں کا حق بیان فرمایا اور پھر چوتھی بار باپ کا حق بتلایا۔ دوسری بات جو اس حدیث میں اہمیت کے ساتھ سمجھی جاسکتی ہے وہ یہ کہ جب سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سے زیادہ حق کس کا ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ اللہ رسول کے بعد انسان پر سب سے زیادہ حق والدین کا ہے کہ ان کے ساتھ نیکی اور خیر کا رویہ اختیار کیا جائے۔

والدین کی فرمانبرداری اولاد کا حق ہے اور عبادت بھی ہے۔ والدین کی نافرمانی اور گستاخی گناہ ہے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث ہے جناب رسالت مآب ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

الا ینبکم با کبر الکبار الا شرک باللہ و حقوق الوالدین

اس حدیث میں شرک باللہ اور والدین کی نافرمانی کو کبیرہ گناہ کہا گیا ہے، اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ اولاد کی تربیت اس انداز سے کی جائے کہ وہ حقوق الوالدین کے اکبر الکبار سے محفوظ رہیں، بلکہ معراج کے احوال کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں نے آگ کی شاخوں سے لٹکے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر جبریل سے پوچھا یہ کیوں لوگ ہیں؟ جبریل نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں اپنی ماؤں اور باپوں کو برا بھلا کہتے تھے۔

آج والدین کے کاموں پر تنقید کرنے اور برا کہنے والوں کو سوچنا چاہئے، سمجھنا چاہئے کہ یہ کتنا برا کام ہے اور اس کی سزا کیا ملے گی؟ بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ والدین کو کافری دینے والے کی قبر میں اسنے انکار سے اترتے ہیں جس طرح بارش ہوتی ہے۔ بلاشبہ زمانے نے ترقی کی ہے، ماحول تبدیل ہوا ہے، قدامت کی جگہ جدت نے اختیار کی ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود بھی والدین کی عزت و عظمت، مرتبہ و مقام پٹی جگہ پر مسلمہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں، قلہذہ والدین کو سادگی، جاہل ہونے کے طعنے دینے سے باز رہنا اولاد کی ذمہ داری ہے۔ اخلاقیات کا تقاضا بھی یہی ہے اور مسلمان ہونے کے ناطے اسلام کی تعلیمات کا درس بھی یہی ہے والدین سخت لہجہ بھی استعمال کریں تو ادب و احترام لازم ہے۔ اس حوالے سے قرآن کریم سورہ اسراء کی 23 اور 24 نمبر آیات کریمہ ملاحظہ ہوں۔ ”اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھے رہو اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے لئے زبان پر ارف تک نہ لاؤ اور نہ ہی ان کو جھڑکنا اور ان کے لئے گفتگو میں ایسا لہجہ پناؤ جس میں عزت ہو اور ماں باپ کے سامنے

محرور نیاز کا بازو پست رکھو اور نرمی اور رحمت سے پیش آؤ اور دعا کرو: اے میرے رب! ان دونوں پر رحمتیں نچھاور فرما جیسا کہ بچپن میں انہوں نے مجھے پالا۔“

انسان کی زندگی میں مختلف مراحل ہوتے ہیں۔ کبھی جوانی، شباب اور کبھی بڑھاپا، کبھی وجود توانا و تندرست اور کبھی علالت و بیماری، کبھی طاقت و قوت اور کبھی ضعف و کمزوری۔ مختلف مراحل میں کیفیات بھی تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ طبی حالات کی وجہ سے انسان کبھی غصہ اور سختی کا شکار بھی ہو جاتا ہے لیکن قرآن یہ سکھاتا ہے کہ والدین وہ تقدس والا رشتہ ہے جن میں سختی اور غصہ کا غلبہ ہو وہ ڈانٹ دیں یا سخت و درشت لہجہ اختیار کریں پھر بھی اف تک نہ کرو۔ ان کے سامنے ادب کا دامن نہیں چھوٹنا چاہئے ان کے سامنے عاجزی اختیار کرنے ہی میں بھلائی اور برتری ہے۔

حضرت کعب الاحبار سے پوچھا گیا کہ والدین کی نافرمانی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اگر والدین کسی حوالے سے قسم کھائیں تو ان کی قسم کو پورا نہ کرنا وہ حکم دین تو قلم عدولی کرنا، اگر اس سے کچھ مانگیں تو ان کی بارگاہ میں وہ پیش نہ کرنا اور امانت رکھیں تو پورا نہ کرنا“ قرآن تو یہ بھی سکھاتا ہے کہ رب کی بارگاہ میں ان کے لئے دعا کرو، اس لئے کہ انسان پر جو والدین کے احسانات ہیں وہ ان کا کسی بھی صورت حق ادا نہیں کر سکتا اس لئے ارحم الراحمین نے ارشاد فرمایا کہ تم پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں عرض کناں کرو،

رب رحمہما کما ربیہنی صغیرا

”اے مولا میرے والدین پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں شفقت و مہربانی سے میری پرورش و تربیت کی تھی۔“

مستدرک للحاکم میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا: چار قسم کے لوگ ہیں جو اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کو جنت میں داخل نہ کیا جائے جب تک کہ وہ توبہ نہ کریں۔ شرابی، سودخور، ظلم سے عظیم کمال کھانے والا اور والدین کا نافرمان۔

جنت میں جانے کے لئے تا عیب، توبہ ضروری ہے، خصوصاً والدین سے معافی مانگنا اور ان سے اپنے حقوق اداوائیں کے معاف کرانا ضروری ہے۔ وہ لوگ جو والدین پر دوستوں اور بیویوں کو ترجیح دیتے ہیں، ان کے لئے دنیا میں بھی ذلت و رسوائی ہوتی ہے اور آخرت میں بھی عذاب ہوتا ہے، بلکہ آخری وقت یعنی مرتے دم بہت سختی اور مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ اسی ضمن میں وہ معروف واقعہ جانا جاسکتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں علقمہ نامی ایک لوجوان بیمار ہوا۔ علالت بڑھی حتیٰ کہ نزع کی کیفیت سے وہ چار ہوا، اس کی بیوی جناب رسالت

ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، میرا خاندان نزع میں ہے۔ آپ ﷺ نے غار، صیب اور بلال کو بھیجا کہ اس کو کھلے طیبہ کی تلقین کرو۔ چنانچہ یہ تینوں پہنچے تلقین کے باوجود اس کی زبان پر کلمہ جاری نہ ہوا۔ حضور ﷺ کو خبر دی گئی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ بتایا گیا کہ اس کی ماں زندہ ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کو بلایا جائے اگر وہ نہ آئے تو میں خود اس کے پاس چلا جاؤں گا۔ بوڑھی ماں کو پیغام ملا۔ اس نے کہا میری جان آپ پر قربان ہو میں خود حاضر ہوتی ہوں۔ لانچی کا سہارا لئے آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ آپ نے علقمہ کے بارے پوچھا اور فرمایا کہ کچھ کہنا، مگر نہ بتی نازل ہو جائے گی۔ اس نے عرض کیا کہ نماز پڑھتا ہے اور روزہ رکھتا ہے، صدقہ دیتا ہے۔

آپ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس سے ناراض ہوں۔ اس لئے کہ وہ مجھ پر اپنی بیوی کو ترجیح دیتا ہے اور میری نافرمانی کرتا ہے۔ رسول کریم نے فرمایا کہ بالائے کمریاں جمع کر دو۔ علقمہ کی بوڑھی ماں نے عرض کیا کہ کنگڑیاں کیوں جمع کروا رہے ہیں؟ فرمایا کہ آگ میں علقمہ کو ڈالنا ہے۔ بوڑھی نے عرض کیا کہ میرا بیٹا ہے میں اپنے سامنے اس کو جلتا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔ اس کو اس کیفیت میں، میں کیسے دیکھ پاؤں گی؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ بوڑھی ماں نے عرض کیا۔ میں علقمہ کو معاف کرتی ہوں۔ آپ نے

بال سے فرمایا کہ دیکھو اس کی زبان سے کلمہ جاری ہوا ہے؟ اگر اس نے دل سے معاف کیا ہے تو کلمہ جاری ہوگا۔ علقمہ نے کلمہ پڑھا اور جان جان آفریں کے سپرد کی، اس کی تحفین و تدفین ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ”ماں کے نافرمان پر لعنت ہوتی ہے، اس کی نمازیں روزے قبول نہیں حتیٰ کہ وہ بارگاہ رب العالمین میں توبہ کرے اور ماں سے حسن سلوک کر کے اس کو راضی کرے۔“

والدین کی ناراضگی سے توفیقات چھن جاتی ہیں بندہ خیر اور نیکی سے محروم ہو جاتا ہے۔ ”بندہ رجا بالا واقعہ ہے یہ درس ملتا ہے کہ والدین پر دوسرے رشتوں کو ترجیح نہیں دینی چاہئے۔ ہر شے کا اپنا ایک مقام ہے، ہر ایک کو اپنے مرتبہ و مقام پر رکھنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور

انسان کو سرخروئی نصیب ہوتی ہے۔ خصوصاً والدین کے مرتبہ و مقام کا خیال رکھنا از حد لازم ہے۔ وہ لوگ جو والدین کو ناراض کرتے ہیں نزع کے وقت بھی کرب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ آخرت کی غتلیوں سے بچنے کے لئے والدین کو راضی رکھنا ضروری ہے۔

مسلم شریف میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے: ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر جہاد کی اجازت طلب کی۔ رسول کریم

نے فرمایا: کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کی۔ جی ہاں آپ نے فرمایا ان کی خدمت کرو جب تک تیرے لئے جہاد ہے۔

ایک دوسری حدیث کے مطابق والدین کی خدمت کرنے والے کو حج اور عمرے کا ثواب بھی ارشاد فرمایا ہے۔

والدین کی خدمت اور اطاعت کرنے والوں کو دنیا و آخرت میں نوازا جاتا ہے۔ حضرت سیدی غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی نے ماں کے حکم کے مطابق جھوٹ بولنے سے پرہیز کیا۔ سچ کو اختیار کیا تو اس کی برکت سے ڈاکو تائب ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بچہ کتنا عظیم ہے کہ مٹی ماں کا حکم بھی فراموش نہیں کرتا اور ہم ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو بھی پس پشت ڈالے ہوئے ہیں۔

اسی طرح بخاری شریف کی ایک طویل روایت میں ہے کہ تین شخص بارش و طوفان کی وجہ سے اپنے سفر کو جاری نہ رکھ سکے تو ایک غار میں پناہ لی لیکن غار کا دروازہ بند ہو گیا اور وہ اس بھاری پتھر کو ہٹانے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ ہر ایک نے اپنے اپنے محل کے واسیلہ پیش کر کے رب کی بارگاہ میں التجا پیش کی۔ ان میں سے ایک نے بارگاہ رب العالمین میں عرض کی کہ مولا میں نے والدین کی خدمت کی، اپنے بیوی بچوں پر والدین کی خدمت کو ترجیح دی، حتیٰ کہ ایک مرتبہ میں بکریاں چرا کر دیر سے گھر آیا اور میں ہمیشہ پہلے اپنے والدین کو دودھ پیش کرتا ہوں، لیکن اس رات وہ سو گئے اور میں رات بھر کھڑا رہا۔ میرے ہاتھ میں دودھ تھا اور اس نیت سے منتظر رہا کہ والدین جب بھی جائیں گے میں ان کو پیش کروں گا۔ میرے بچے انتظار کرتے کرتے سو گئے لیکن میں رات بھر کھڑا رہا۔ مولا اس خدمت والدین کا وسیلہ دعا قبول فرما۔ والدین کی خدمت کے وسیلے سے دعا نے اپنا اثر دکھایا اور قبولیت کے بعد ان کے لئے آسانی پیدا ہوئی۔ والدین کے وسیلے سے دعا کرنا قبولیت کی علامت ہے۔ اسی طرح والدین کی محبت سے زیارت کرنا عبادت ہے، بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

النظر الى الوالد عبادة، والنظر الى الكعبة عبادة، والنظر الى المصحف عبادة والنظر الى اخيك حبا في الله عبادة

اس حدیث میں والد کو دیکھنے کو عبادت فرمایا گیا ہے جبکہ ایک دوسری حدیث میں جمعہ والے دن والدین یا دونوں میں سے ایک کی زیارت کرنے والے کے لئے مغفرت کی بشارت سنائی گئی ہے اور اس کو نیکو کاروں میں لکھا جاتا ہے۔ ہمارے اکابرین والدین کی خدمت کرنے کو ترجیح دیتے رہیں جس میں اس کی واضح مثال عاشق صادق حضرت ابوبکر قرنیؓ کی ہے۔ محبت رسول اور عشق رسول میں ڈوبے ہوئے تھے۔ لیکن والدہ کی خدمت میں حاضری کی وجہ سے شرف صحابیت حاصل نہ کر سکے۔ ایک بار بارگاہ رسالت میں حاضر بھی ہوئے لیکن حکم یہ تھا کہ اگر ملاقات و زیارت ہو جائے تو ٹھیک ہے اگر آپ ﷺ کہیں اور تشریف فرما ہوں تو انتظار رکھنے بغیر واپس آ جانا اور پھر والدہ محترمہ کے حکم کے مطابق بغیر انتظار اور بغیر ملاقات کے واپس والدہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

میرے مرشد کریم مفسر قرآن علامہ سید ریاض حسین شاہ مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ جو شخص چار امتحانات میں کامیاب ہو گیا تو ہر کامیابی اس کا مقدر بن جائے گی ان چار خصوصیات میں (ایک والدہ محترمہ و مبرا والد بزرگوار تیسرا استاد اور چوتھا بیوی و مرشد۔ ان کو راضی رکھنا خوش رکھنے میں) انسان کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا پیغام ہے۔

والدین عظیم دولت اور نعمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں والدین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور والدین کی دعائیں حاصل کر کے دین و دنیا میں کامیابیاں نصیب فرمائے اور جب وہ اس جہاں فانی سے رخصت ہوں تو پھر بھی ان کے لئے دعا اور صدقہ جاریہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ رب کریم اپنے محبوب بندوں کے وسیلہ و جلیلہ سے ہمیں والدین کی رضا نصیب فرمائے اور ان کی خدمت بجالا کر اپنی اور اپنے محبوب کی خوشنودی نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین۔

دعائے حدیث لائبریری



رپورٹ: ڈاکٹر منظور حسین اختر

لاہور میں شاہ جی کے درس حدیث کا اعلان سن کر مٹھنی خوشی ہوئی اس کا اظہار شاید الفاظ میں ادا نہ ہو سکے۔ بہت عرصہ سے دینی فضا میں خاموشی کسی ایسی ہی بڑی تقریب کا تقاضا کر رہی تھی۔ راہِ پلنڈی کے سنگی بہت خوش نصیب ہیں جنہیں شاہ جی کے اوائل کا زمانہ نصیب ہوا جب شاہ جی فردا فردا توجہ سے نوازا رہے تھے، مگر ہمارے لئے شاہ جی کا ذاتی و دینی مصروفیات، ناسازی طبع اور پوری دنیا میں جماعت اہل سنت کی ذمہ داریوں کے باوجود لاہور میں جہد کا خلیفہ، ہفتہ وار اور ماہانہ محافل و ذکر میں تشریف لانا بھی اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہی تو ہے۔ ہر انگریز کی مینے کی دوسری جمہرات کو ہونے والی ماہانہ محفل و ذکر میں دعوت عام کا خاص اہتمام نہیں کیا جاتا مگر اس درس حدیث میں دعوت عام کی اجازت پا کر دل بہت خوش ہو رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سنگی نے اپنی بساط کے مطابق دعوت دینے کے فرائض ادا کئے۔ دعوتی کارڈ کے علاوہ sms، e-mail، پریس ریلیز اور واپل فون ایسے پیغام رسانی کے جدید طریقے نہایت کارگر ثابت ہوئے۔ ہر خاص و عام کو دعوت دی گئی جس کا پھل درس حدیث کی تقریب میں لوگوں کے اڑدھام کی صورت میں واضح نظر آ رہا تھا۔

8۔ اپریل 2010 جمہرات کی رات اتفاق مسجد ماڈل ٹاؤن کی گراؤنڈ لوگوں سے کچھ کھج بھر چکی تھی۔ تقریب انتہائی سادگی اور وقار کی آئینہ دار تھی۔ گراؤنڈ کی زمین پر ہی سٹیج بنایا گیا تھا جو کہ سادگی اور خوبصورتی کا حسین امتزاج پیش کر رہا تھا۔ سٹیج پر صرف شاہ جی کی مسند حدیث رکھی ہوئی تھی۔ پھولوں اور گلاب کی پتیوں سے سجے اس سٹیج پر کوئی نمائش شخص موجود نہ تھا۔ کسی سٹیج سکرپری کے ہماری بھر کم تمہیدی کلمات کے بغیر ہی قراء و نعت خواص حضرات تشریف لاتے رہے حتیٰ کہ شاہ جی نے اپنے اعلان کی اجازت بھی نہ دی اور خود ہی سادگی اور وقار سمیت ہر خوبی سے آراستہ ہو کر سٹیج پر تشریف فرما ہو گئے۔ شاہ جی نے سفید سوٹ (جو آپ کی عادت کریمہ ہے) گرے و اسٹ، موٹیارینگ کی چادر اور کالا عمامہ شریف زیب تن کر رکھا تھا۔ ویسے تو شاہ جی خود بھی اور آپ کا ہر انداز بھی خوبصورت ہے مگر آج حدیث رسول کے نور میں جھنکی ہوئی رات اور اس رات میں شاہ جی کا نورانی چہرہ بدلی سے نکلے چاند کی کیفیت پیدا کر رہا تھا۔ اگر میری ڈیوٹی رپورٹنگ کی نہ ہوتی تو شاید شاہ جی کا چہرہ ہی بکتار ہوتا لیکن پھر دل کو سمجھایا کہ یہ ڈیوٹی بھی تو انہی کی ہے۔ ان الفاظ میں بھی تو جلوہ انہی کا ہے، ان سطروں میں بھی تو نور انہی کا ہے اور اس تحریر میں جا ہیبت بھی تو انہی کی ہے اگر یہ باتیں شاہ جی کی نہ ہوں تو پھر اسے کون پڑھے گا؟ اگر یہ روایات شاہ جی کی نہ ہوں تو کون پڑائی بخشنے گا اور اگر ان الفاظ کو شاہ جی سے نسبت نہ ہو تو کون انہیں دل میں جگہ دے گا۔ گویا مقصد صرف نوکری کرنا ہے۔ کوئی انتظامی امور جھکا کر نوکری کر رہا ہے، کوئی سامعین میں شامل ہو کر نوکری بھجا رہا ہے، کوئی کسیرہ کے آگے تو کوئی کسیرہ کے پیچھے نوکری بھجا رہا ہے، کوئی کھڑا ہو کر تو کوئی بیٹھ کر نوکری بھجا رہا ہے، مقصد صرف شاہ جی کی نوکری ہے، وہ چاہیں تو لکھنا شروع کر دیں، چاہیں تو بلوانا شروع کر دیں اور چاہیں تو زبان بندی کر دیں، ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں، ہمیں تو صرف نوکری کرنا ہے اور نوکری کر کے اپنے محبوب کو راضی کرنا ہے، ویسے یہ کوئی معمولی بات نہیں، میرے آقا حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ جس بندے سے محبت کرتا ہے اسے اپنے کسی ولی کی خدمت پر مامور کر دیتا ہے، گویا یہ نوکری تو قسمت والوں کو ملتی ہے اور یہ تو اللہ تعالیٰ کا کسی بندے پر سب سے بڑا انعام ہے، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہیں قبول کر لیا گیا اور جن کی گردنوں میں نسبت کا پکا ڈال دیا گیا، تو پھر کیوں نہ کہوں کہ مولانا ہمارے عرس بھی شاہ جی کو لگا دے، جنہوں نے ہم جیسے نیکوں کو اپنی نوکری کیلئے قبول فرمایا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عزت افزائی سے کبھی محروم نہ کرے۔

مثال نقش قدم بینہ کوئے جانان میں
منا تو دے تجھے کوئی مگر اٹھا نہ سکے

کتنا کچ کہا ہے میاں محمد بخش صاحب نے:

میں نیواں میرا مرشد اُچا، تے میں اچیاں سنگ لگائی
صدقے جاواں لہنباں اچیاں کولوں جہاں نیویاں نال بھائی

کبھی کبھی الفاظ کا دامن نہایت تنگ معلوم ہوتا ہے، کیونکہ یہ دل کی کیفیت کو سمجھ نہیں سکتے، یہ جذبات کا بالکل غماز نہیں کر سکتے، خلوص کے نور کا احسا، ان سے ممکن ہی نہیں، کیسے سمجھاؤں کہ دل چاہتا ہے اپنے آئندہ ماہ و سال کا لحوہ طشت میں رکھ کر شاہ جی کو پیش کر دوں اور شاہ جی کی ہر مشکل، ہر تکلیف خود لے لوں۔ لیکن یہ تو بڑی قسمت والوں کی شان ہے، اور بڑے مقدر کی ”کھید“ ہے۔ میرے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ مجھے شاہ جی کی نسبت حاصل ہے۔ اللہ میرے شاہ جی کی ہر خوبی میں مزید برکت عطا فرمائے اور آپ کے علم، عمل، عزت، وقار، حسن، رعنائی، جاہ بیت، خلوص، پیار، توجہ، اور ”ہمارے لئے شفقت“ میں مزید انصاف کرے۔ آپ کا سایہ ہمارے سر پر سدا قائم رہے۔ آمین۔

آج تو رپورٹنگ بھی جذبات کی رد میں بہہ گئی، حالانکہ رپورٹر تو خشک سے انسان ہوتے ہیں، رپورٹر نے جو دیکھا ہے، ہی لکھنا ہوتا ہے،

لیکن ہم نے جو محسوس کیا اسے لکھنا شروع کر دیا۔

دراصل آنکھیں دھوکہ کھا سکتی ہیں اس لئے ان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ آنکھیں سراب کا شکار ہو جاتی ہیں، لیکن دل نہ جھوٹ بولا ہے اور نہ کسی سراب کا شکار ہوتا ہے، یہ حقیقت حال کے بہت نزدیک ہوتا ہے، جمعی تو میرے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”اپنے دل سے فتویٰ نکلے۔ یہی وجہ ہے کہ دل تو ایذا جمل کا بھی جانتا تھا کہ حضور ﷺ سچے نبی ہیں اور کافر بھی حضور ﷺ کو پہچانتے تھے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

يعرفونه كما يعرفون ابناءهم

اسی لئے تو کہتے ہیں کہ کبھی کبھی عقل کے حصار سے نکل کر کریم حشق میں قدم بھی رکھنا چاہئے۔

بے خطر کود پڑا آتش خروء میں حشق

عقل ہے تو تماشا لے لب بام ابھی

آئیے!!! پھر ریاض حدیث میں چلتے ہیں اور حدیث کے شریک خوش چشتی کرتے ہیں۔۔۔

8:30: قاری ریاض کی تلاوت قرآن اور نعت سے شروع ہونے والی اس تقریب میں قاری نصیر طارق، قاری انضال انجم، علامہ محمد وقاص، نظری علی چشتی نے بھی نعت رسول مقبول پڑھنے کی سعادت حاصل کی، پھر قاری مشتاق احمد نے نہایت حسین انداز میں تلاوت کلام پاک اور نعت شریف پڑھی۔ اس دوران بھی شاہ جی شیخ پر ہی تشریف فرما تھے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ آپ قلبی ذکر کی وادیوں میں محو ہو کر تلاوت و نعت سماعت فرما رہے ہیں۔

قاری مشتاق احمد کی تلاوت و نعت کے بعد شاہ جی بغیر کسی اعلان اور نعرے کے مسند حدیث پر جلوہ افروز ہو گئے اور سامعین پر حدیث رسول کا نور چھاد کر کرنے لگے، آپ خطبہ میں مندرجہ ذیل حدیث شریف تلاوت کرنے کے بعد یوں گویا ہوئے:

عن ابی ہریرۃ قال قال النبی ﷺ اذا اوى احدکم الی فراشه فلینبض فراشه بداخلۃ ازارد فانه لا یدری ما خلصه علیہ ثم یقول یا سمک رب وضعت جنینی وبک ارفعه ان امسکت نفسی فارحمھا وان ارسلتھا فاحفظھا بما تحفظ به الصالحین

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم سے کوئی اپنے بستر پر جانے لگے تو اسے چاہئے کہ اپنے بستر کو اپنی چادر کے اگلے زائے حصے سے صاف کرے کیونکہ اسے کیا معلوم کہ اس کے بعد کیا چیز اندر آگئی پھر کہے اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ میں اپنا پہلو بستر سے لگاتا ہوں اور تیری عتابیت سے اٹھاتا ہوں اگر تو میری روح قبض فرمائے تو اس پر رحم کرنا اور اس کی حفاظت فرمانا جیسے تو نے نیک بندوں کی حفاظت فرمائی۔“



اللہ کی روحانی، مادی اور دیگر تمام نعمتوں پر شکر حضور ﷺ پر اور آپ کی آل و اصحاب پر درود و سلام کے بعد انتہائی عزت کے لائق سامعین جاتکین! آپ رحمت عالم کی باتیں سننے کے لئے تشریف لائے ہیں آپ کو مر جبا، خوش آمدید کہتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ اپنا خاص فضل و کرم، اپنی خاص رحمت اور اپنی خاص نوازش آپ کے اور میرے شامل حال فرمائے۔

ہم سب کا یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ اللہ نے اس کائنات میں اپنے بعد بزرگ ترین بستی جناب رسالت مآب ﷺ کی بنائی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی بڑی شانیں ہیں۔ آپ کے علم کی کوئی حد نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے انگوں اور پچھلوں کا علم رحمت عالم کے سینے میں رکھا۔ آپ کی روحانیت اتنی بلند اور مستحکم ہے کہ اللہ کے نور کے جلوے رحمت عالم نے عرش معلیٰ پر دیکھے۔ پہلے انبیاء کرام کو اللہ نے کلمتی کے معجزے عطا فرمائے، لیکن رحمت عالم کی اک اک سانس کو اللہ تعالیٰ نے معجزہ بنادیا۔ آیات و بیانات کے ایسے جلوے وجود حضور میں رکھے کہ جن کا احصاء کرنا ممکن نہیں، انسانیت اور آدمیت کی جو فضیلت رحمت عالم کے نظام نے سرانجام دیں ہیں اس کی مثال مذاہب عالم پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ آپ کے اختیارات کی دنیا اتنی وسیع ہے کہ فرمایا میرے دو وزیر آسمانوں پر اور دو وزیر زمینوں پر ہیں۔ جب اکل و میہا اکل جن کے وزیر آسمانوں

میں ہوں اور صدیق و فاروق زمین پر جن کی امتوں کے امین ہوں اس آقا ﷺ کی اپنی شان کا عالم کیا ہوگا۔

جناب والا! آپ کی عظمتوں اور شانوں کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آج صرف چند ایسی باتیں کروں گا جن کا تعلق ایک عام مسلمان کی عام زندگی کے ساتھ ہے۔ کسی شخص نے کہا تھا کہ تمہارے رسول کیسے ہیں کہ یہ تو پیشاب کرنے کے طریقے بھی سکھاتے ہیں تو صحابی رسول نے فرمایا کہ یہی تو قیادت کا کمال ہے کہ اونچی سے اونچی اور اونچی سے نیچی تربیت کے روشن نشانات عطا فرمادے۔ بلاشبہ قیادت کا دل وہی ہوتی ہے جو مخلوقوں سے مخلوقوں اور بازاروں سے معبدوں تک زندگی کے کسی گوشہ گوشہ نہ چھوڑے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے تخت جگر ﷺ نے یہ کارنامہ سرانجام کیا۔

جو حدیث شریف پڑھی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس وقت تم میں سے کوئی ایک اپنے پھونے پر آئے تو اپنی چادر کے کونے سے اپنے بستر کو تین مرتبہ جھاڑے اور جھاڑنے کے بعد کہے اے میرے رب! میں تیرے نام پر اپنے پہلوؤں کو بستر پر ڈال رہا ہوں اور جب انھوں گا تو تیرے ہی نام سے انھوں گا اور اگر تو نے میری روح قبض کرنے کا ارادہ فرمایا ہے تو یا اللہ مجھے بخش دینا، یعنی اگر کریم قدس سے فیصلہ ہو گیا ہے کہ روح کو اپنے پاس بلانا ہے تو معاف فرمادینا۔ علامہ عینی نے لکھا کہ ”نفسی“ کا معنی ”روٹی“ ہے۔

حضور نے شعور، فکر اور سوچوں کو حساس کر دیا تھا کسی دل میں خوف خدا پیدا کرنا کوئی چھوٹا کارنامہ نہیں۔ اس سے پوچھو جو صبح و شام انسانوں پر محنت کرتا ہے کہ انقلاب آئے۔ آج تو اپنے بیٹے کو بھی جوانی میں روکا نہیں جاسکتا کہ کہیں اسے فحاشی لوٹ نہ لے اور بے حیائی کا



ناگ ڈس نہ لے، کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ بچوں کے چہروں کی لالی کے اندر باپ کے خون جگر کی لالی ہوتی ہے، لیکن پھر بھی جوانی میں اولاد کو روکنا دشوار ہوتا ہے، تو عام لوگوں بدلنا کس قدر دشوار ہوتا ہوگا، میں دعوت دوں گا کہ سوچئے! امکہ شریف میں لوگ بچپن کو زندہ درگور کر دیتے، نو مولود بچوں کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیتے، کتنا سنگ دل معاشرہ تھا پانی کی ہانسی پر ڈیڑھ ڈیڑھ سو سال جنگیں ہوتیں، تاریخ میں جھانک کر دیکھیں تو جو معاشرہ بیکسیت کی تصویر نظر آتا ہے، میرے حضور ﷺ اس معاشرہ سے صدیق و فاروق، عثمان اور علم کے امین علی المرتضیٰ اور دیگر صحابہ پیدا کر دیے رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

برینڈرڈ رسل نے کہا تھا کہ ”کائنات علی ﷺ جیسا پیدا نہیں کر سکتی تو محمد ﷺ تو ان کے بھی آقا ہیں۔“

آج تو صاف گاڑی کے ساتھ اگر کوئی میلا سا آدمی ہاتھ لگا دے تو چہروں پر شگنیں پڑ جاتی ہیں، حضور ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو رشک قمر بنا دیا، نئے ڈھب کے انسان پیدا کئے، جن کی عظمت کے آگے سیرے بھی ماند نظر آتے ہیں۔ امام جعفر نے فرمایا تھا کہ اصل میں ستارے ہم ہیں جو روشنی خاندان رسول نے دی ہے آسمان کے ستاروں میں وہ روشنی کہاں۔ میرے حضور نے انسانی معاشرہ کو دھویا۔

شاہ جی نے نبی کریم ﷺ کی غریب پروری پر بات کرتے ہوئے کہا کہ

ذوالقرنین بادشاہ کے سفروں کو میں نے پڑھا ہے وہ کسی غریب کی کنیا میں نظر نہیں آتا اور ایسے بادشاہ جہاں جہاں سے گزرتے ہیں وادیوں کی وادیاں زیر و زبر ہو جاتی ہیں لیکن میرے حضور صرف زبر کرتے ہیں، حضور ﷺ نے زیر کی کوٹ کیا۔ میرے حضور نے چوروں، ڈاکوؤں شرابیوں کو فرمایا کہ ادھر آ، میرا چہرہ دیکھو، کلمہ پڑھو تمہاری ساری محنت دور ہو جائے گی۔

ایک بہت خوبصورت اور معنی خیز جملہ شاہ جی نے ارشاد فرمایا:

صاحبو! مخلوق کے اندر رکھے ہوئے پتھر چمک تو دے سکتے ہیں لیکن کنیا کے اندر کے مسائل میرے حضور نے حل فرمائے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے انداز تربیت پر بات کرتے ہوئے شاہ جی نے کہا کہ:

حضور ﷺ نے ہاتھ کچڑ کرکھا نا کھانے کے آداب سکھائے، بیٹھنا سکھایا، گوشت کی بوٹی چبانا سکھائی، چلنے کا طریقہ سکھایا۔

حضور ﷺ نے انسانوں کو دھویا، شہور پیدا کیا، بستر پر آنے والوں کو سکھار ہے ہیں کہ اسلام صفائی کا نام ہے۔ بستر پر نہ ٹھو تو جھاڑ کر۔ حضور ﷺ نے اپنی چادر کا حاشیہ ہاتھ میں پکڑا اور فرمایا یوں جھاڑو۔ اور جھاڑ کر کہو یا اللہ معاف کر کے اٹھانا۔

پہلا پیغام:

شاہ جی نے اس حدیث پاک کی رو سے پہلا پیغام جو اپنے سامعین کو دیا کہ اپنے اندر جھانکو، جو رسول بستر پر لیٹتے ہی گناہ بخشوا دیتا ہے اگر زندگی بھر کے لئے اس رسول ﷺ کے قدموں میں چلے جاؤ تو کیسی بہار آ جائے۔ گویا پہلا پیغام یہ ہے کہ جو کچھ بھی کیا ہے اللہ سے معافی مانگو، کہو کہ اللہ معاف کر دے تو اللہ معاف کر دے گا۔ مسلم معاشرے میں احساس پیدا ہونا چاہیے، انسان خود کو دیکھے اور توبہ کرے، بڑی زندگی سے ٹرن کریں، تو حضور ﷺ کی رحمتیں استقبال کریں گی۔



دختری نے کشف میں لکھا کہ ایک شخص کہہ رہا تھا اللہ معاف کر دے تو مولیٰ نے کہا کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا کہ معافی مانگ رہا ہوں۔ مولیٰ امر بالمعروف کا روشن نشان تھے فرمایا جھوٹی توبہ چھوڑ، یہ جھوٹوں کی توبہ ہے، سچے لوگوں والی توبہ کر۔ اس نے کہا کہ کیسی تو آپ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کا خلاصہ سنئے!

مولائے کائنات علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ جس توبہ میں جھجھکیں ہوں وہ گبی توبہ ہوتی ہے۔

۱۔ شرمسار ہو:

جب استغفر اللہ کہے تو سوچے کہ میں نے کیا کیا ہے؟ پھر اپنی غلطی پر نادم ہو۔ شرمسار ہو۔ حضور نے فرمایا کہ قیامت کو ایک شخص اٹھے گا جس کو نہایت کایقین نہیں ہوگا لیکن گردن جھکی ہوگی۔ اللہ پوچھے گا گردن کیوں جھٹکتی ہے تو کہے گا کہ لا! شرمندہ ہوں اپنے گناہوں کی وجہ سے، تو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ سب سے پہلے اس شخص کو جنت میں داخل فرما دے گا، اس لئے کہ شرمسار ہے، اگر بندہ شرمندہ ہو تو گناہ چاہے آسمان تک ہوں اللہ معاف فرما دے گا، گویا زندگی کو دھوؤ، اور زندگی میں صفائی صرف حضور ﷺ کی نظر سے آئے گی۔

۲۔ فرائض کی ادائیگی:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ توبہ کے لئے دوسری چیز فرائض کی ادائیگی ہے۔ توبہ کرنے والا نماز، حج، زکوٰۃ اور دیگر فرائض کی بجا آوری کرے۔

شاہ جی نے دور حاضر کے فتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم سخت آزمائش میں ہیں، اسلامی جہنم بند کروائے جا رہے ہیں تاکہ حضور ﷺ کی حدیث اور قرآن لوگوں تک نہ پہنچے پائے۔ مدر سے بند کئے جا رہے ہیں لیکن میں دھمکے لے کر کہتا ہوں کہ ہم تو کمزور ہیں

Isalm is Power, Quran is Power

شاہ جی نے فرمایا کہ جو خدا عا دو خود پر پہاڑ اوندھے کر سکتا ہے، سرکشوں کو بھی اوندھا کر سکتا ہے، آپ نے ہمت بندھاتے ہوئے کہا کہ محمد عربی کے دین کا جھنڈا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اونچا رہے گا۔

ایک اہم سبق:

شاہ جی نے سامعین کو ایک نہایت اہم سبق دیتے ہوئے فرمایا کہ حضور کے دین کے نوکر بن کر بیٹھ جاؤ اور دین کی تعلیمات گھر گھر پہنچاؤ۔ فرائض کی ادائیگی کرو اس سے پاور Power آتی ہے اور نقص و صحت ہے۔

۳۔ حقوق کی ادائیگی:

توبہ کے لئے تیسری چیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمائی کہ: اگر کسی کا کوئی حق مارا ہے تو اسے ادا کرو، کسی سے کوئی چیز چھینی ہے، تو واپس کرو۔

شاہ جی نے نہایت سبق آموز و اقدار شاہ فرماتے ہوئے کہا:

شاہ جی کے بچپن کا سبق آموز واقعہ:

اپنے بچپن کا واقعہ سناتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ میں چھٹی یا ساتویں کلاس میں پڑھتا تھا ایک دن میرے بیگ میں سے دو قلم (پن) نکلے۔ والدہ نے پوچھا کہ آپ کے پاس تو ایک قلم تھا یہ دوسرا کہاں سے آیا۔ میں نے کہا کہ ایک ساتھی طالب علم کا ہے انہوں نے کہا کہ اس سے پوچھ کے لائے ہو میں نے کہا کہ ناوانستہ طور پر بیگ میں آ گیا ہے تو والدہ فرمائے لگیں کہ میں اس وقت تک تمہیں سونے نہیں دوں گی جب تک یہ قلم اس ساتھی طالب علم کے گھر پہنچا کر نہیں آؤ گے۔

دوسرا واقعہ:

شاہ جی نے فرمایا کہ میں بچپن میں اپنے گاؤں میں لوگوں کے خطوط لکھا کرتا تھا تو میری والدہ نے مجھے سختی سے ہدایات کر رکھی تھیں کہ ایک گھر کا کاغذ دوسرے گھر میں نہیں جانا چاہیے یہ امانت میں خیانت ہوتی ہے۔

تیسرا واقعہ:

شاہ جی نے فرمایا کہ ایک مرتبہ جنگل سے گزرتے ہوئے کسی کی بکری کا دودھ دوہتا چاہا تو میری والدہ نے میری سخت چٹائی کی اور فرمایا کہ



حرام کا دودھ پی کر سینے میں علم کا نور کیسے آئے گا۔

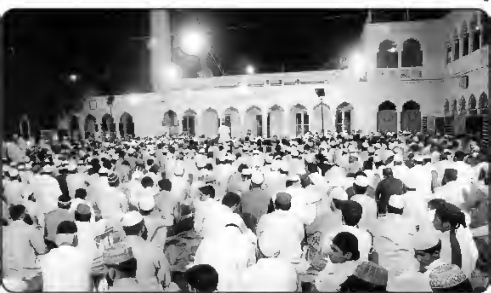
شاہ جی نے ایک خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا کہ جن اور تعویذ کا علاج ممکن ہے لیکن کسی غریب کی بددعا کا علاج نہیں، اس لئے اگر کسی کا کچھ لکھا یا ہے تو اسے واپس کر کے معافی مانگیں۔

حضرت عمرؓ کی شہادت کا واقعہ سناتے ہوئے شاہ جی نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے شہادت کے وقت فرمایا کہ میرے بھائیوں کو بلاؤ یعنی حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ رضی اللہ عنہم، پھر انہیں کہا کہ میں امانت کا معاملہ تمہارے سپرد کرتا ہوں اور رونے لگے فرمایا کہ قیامت کی ہولناک چیزیں دیکھ رہا ہوں اگر ساری دنیا بھی فدیہ میں دے دوں تو وہ قیامت بڑی ہولناک ہے۔ حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ آپ دعائے رسول ہیں، آپ نے دین کی خدمت کی، اللہ آپ کا انجام اچھا کرے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ انہی باتوں کی قیامت والے دن گواہی دینا۔ حضرت عمرؓ کا سر حضرت ابن عمرؓ کی جھولی میں تھا۔ آپ نے فرمایا مجھے زمین پر لٹا دو۔ حضرت ابن عمرؓ نے پٹلیوں پر سر رکھا لیا، لیکن آپ نے فرمایا کہ نیچے ٹی پر میرا سر رکھ دو۔ پھر عاجزی اور انکساری سے کہنے لگے کہ اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں مجھے معاف فرما دے۔

شاہ جی نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کا حساس ہونا دیکھئے، ان کی دردمندی دیکھئے اسی عاجزی، انکساری سے، حضرت ابو بکر صدیقؓ فرمایا کرتے تھے کہ کاش! میں کسی مومن کے سینے کا پال ہوتا۔

ہمارے ذہنوں پر دستک دیتے ہوئے شاہ جی نے کہا آج کتاب اللہ اور رسول اللہ سے ہمارا تعلق کیسا ہے، عقیدہ کیسا ہے، نمازیں کیسی

ہیں۔۔۔



پھر شاہ جی نے ہمت بڑھاتے ہوئے فرمایا:

All of us repairable۔ ہمارے ڈیٹلٹ ٹھٹنے چاہئے اور یہ ڈیٹلٹ کہاں سے ٹھٹیں گے؟

اولوہم اؤظلمو انظلمہم جاؤک۔۔۔ الایۃ

یعنی معافی حاصل کرنے کا دروازہ صرف اور صرف ذات رسول پاک ہے۔

۴۔ کسی پر ظلم کیا ہے تو معافی مانگ لو:

پہلی توبہ کی چوٹی شرط حضرت علی المرتضیٰؓ نے ارشاد فرمائی کہ اگر کسی پر کوئی ظلم کیا ہے تو اس سے معافی مانگی جائے۔

شاہ ولی نے فرمایا کہ جب میں نے آٹھویں کابورڈ کا امتحان پاس کیا تو میرے استاد بابا کریم جن کی عمر 95 سال تھی چھ میل کا فاصلہ طے کر کے میرے گھر آئے اور مجھے کہنے لگے کہ میں نے ایک مرتبہ آپ کو مارا تھا اپنے نانا کا صدمہ مجھے معاف کر دو۔
گویا اندر کی انا کو ختم کرنا ہو گا، اندر کے سرکش انسان کو ہدایت کا راستہ دکھاؤ، اگر دو غلطیوں سے قیامت کا بوجھ ختم ہو جائے تو ہمیں اور کیا چاہئے۔ غلو کی مثال دیکھنا، دو تو حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کو دیکھئے کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ نے کسی مدنی کو مکہ میں امیر نہ بنایا بلکہ مکہ کے رہنے والوں کو ہی امارت سونپ دی اور ان لوگوں کو عہدے دئے جنہوں نے حضور ﷺ کو مکہ سے باہر نکالا تھا گویا حضور ﷺ نے مکہ والوں کو صرف معاف ہی نہیں کیا بلکہ معافی کے ساتھ ساتھ عہدے بھی عطا کئے۔

شاہ ولی نے ایک اور سبق دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ محکم مسلمان بنیں، بکھرا ہوا مسلمان نہ بنیں، اللہ اور رسول کے ساتھ صحیح ہو جائیں۔
۵۔ عزم:

چچی تو بکری پانچویں خصوصیت حضرت علی المرتضیٰ نے ارشاد فرمائی کہ توبہ کرنے والے کا ارادہ ہونا چاہئے کہ آئندہ گناہ نہیں کرے گا۔ یعنی زندہ عہد کرے کہ آج کے بعد اللہ و رسول کی رضا کے ساتھ زندگی گزاروں گا اور یہ عقیدہ ذہن میں رکھے کہ اللہ اور مدینے والا آقا دیکھ رہا ہے۔

۶۔ اطاعت:

چھٹی شرط ارشاد فرماتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ توبہ کرنے والا حضور ﷺ کی اطاعت کرے۔
ایسا نہیں کہ پرانے زمانے میں گناہ نہیں ہوتے تھے بلکہ گناہ ہوتے لیکن حضور ﷺ انہیں وجود دیتے، حضور کے ایک کفش بردار صحابی تھے، ایک مرتبہ حضور ﷺ نے انہیں کسی کو بلانے کے لئے بھیجا راستے میں جاتے ہوئے ان کی نظر کسی عورت پر پڑ گئی فوراً انہیں نیچے کیس، بھاگ کر جنگل میں چلے گئے، روتے رہے اور کہتے کہ میں نافرمان ہوں، مجھ سے بڑھ کر کسی کا گناہ ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو نازل فرمایا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر اور حضرت سلمان قاری کو بھیجا کہ اسے ڈھونڈ کر لاؤ، آپ دونوں جنگل میں گئے۔ ایک چرواہے سے اس صحابی کا پوچھا اس نے کہا کہ ایک نوجوان ہے جو رہتا رہتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں پکڑ لیا تو وہ صحابی کہنے لگے کہ مجھے حضور ﷺ کی بارگاہ میں اس وقت پیش کیجئے گا جب حضور ﷺ نماز پڑھ رہے ہو، جب ان صحابی کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو وہ بیپوش ہو گئے، سلام کے بعد حضور نے فرمایا کہ یہ آیت پڑھ لیں تو اللہ گناہ معاف فرما دے گا۔

وینا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة و قنا عذاب النار

وہ صحابی گھر گئے انہیں بخار ہو گیا، حضور ﷺ ان کی حار واری کے لئے گئے اور ان کا سر اٹھا کے اپنی گود میں رکھا، تو کہنے لگے کہ حضور ﷺ! میں گندہ ہوں اور آپ صاف ہیں یہ کہہ کر وہ صحابی واصل باللہ ہو گئے۔ ان کے جنازہ میں حضور ﷺ بچوں کے بل چل رہے تھے، جب آپ سے بچہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ اس جنازہ میں فرشتے ہی اتنے ہیں کہ زمین پر چل دھرنے کو جگہ نہیں۔

یعنی اگر احساس پیدا ہو جائے تو حضور ﷺ اب بھی گناہ دھوتے ہیں۔

آخر میں سامعین کے ضمیر کو جھنجھوڑتے ہوئے شاہ ولی نے فرمایا:

صاحبو!

میری غرض دینی ہے، آج مغربی قوتیں دین اسلام کو ہانا چاہتی ہیں، چین میں عیسائیوں نے اسلام کو ختم کرنے کی کوشش کی، یہاں تک کہ اگر کوئی من و دھن تو اسے گولی مار دیتے کہ یہ مسلمان ہے اور دھوکہ دے رہا ہے۔ اسلام دشمنوں نے بچوں کو کانا، غورتوں کو بے عصمت کیا۔ آج وہ پھر خواب کو بکھو رہے ہیں کہ دنیا سے مسلمانوں کو ختم کیا جائے، مسلمانوں کے تمدن اور تہذیب کو ختم کیا جائے، آئن تعلیم کے نام پر Teen Aged بچوں کو مغرب دھڑا دھڑا ویزے دے رہا ہے تاکہ وہ بدکاری سیکھ کر دنیا میں آئیں اور صحیح معنوں میں مسلمان نہ رہیں۔ میں اپنے سامعین سے التماس کرتا ہوں کہ حضور ﷺ کے غلام کی حیثیت سے زندگی گزاریں۔ یاد رکھئے کہ دنیا میں کوئی طاقت ایسی پیدا نہیں ہوئی جو حضور ﷺ کے دین کو مٹا سکے۔

اس طرح یہ سبق آموز، ہمت امیز درس حدیث کا خطاب ختم ہوا۔ خطاب کے بعد تھوڑی دیر کے لئے ذکر اور پھر بیگم آنکھوں اور سسکیوں سے دعا کی گئی۔ بچوں لوگ اپنے دلوں میں اللہ و رسول کی اطاعت، گناہوں پر ندامت اور خدمت دین کا جذبہ اسی نعتیں لے کر اپنے گھروں کو واپس لوٹ گئے۔

تبصرے و جائزے



علامہ جلال الدین مہریدی کی تحقیقی اور تاریخی کتاب

”تحریک پاکستان میں علماء کرام کا کردار“

تحریر: محمد نواز کھرل

تاریخ لکھنا ایک کام ہے، تاریخ بنانا کاروبار مگر۔ مگر ایک کام تاریخ پڑھنا بھی ہے۔ اس رعایت سے کوئی تاریخ دان ہوا، کوئی تاریخ نواز اور کوئی تاریخ ساز۔ بد قسمتی سے برصغیر پاک و ہند میں تاریخ لکھنے والے تاریخ بنانے والوں کو یو جود اپنا دشمن خیال کرتے رہے لہذا سچی تاریخ کے جھوٹے مورخین نے الزام اور انعام کے سائے میں ایسی تاریخ لکھی جس کے ورق ورق پر تاریخ کے جھوٹے سچ اور سچے جھوٹ کھڑے ہوئے ہیں۔ دیانت دارانہ بددیانتی کی تاریکیاں نکھیرنے والے اور حقائق کو قفل کرنے والے اہل قلم نے قیام پاکستان کی تاریخ لکھتے ہوئے بڑے گل کھلائے اور خوب ہاتھ دکھائے ہیں۔ اسی سبب آج اہل وطن میں بہت کم یہ جانتے ہیں کہ تاریخ بنانے والوں کا عظیم و محفل کا قافلہ 16 تا 19 مارچ 1925ء کو مراد آباد میں جمع ہوا تھا۔ اس موقع پر برصغیر پاک و ہند کے طول و عرض سے آئے ہوئے علمائے کرام اور مشائخ عظام نے ”آل انڈیا ہنسی کانفرنس“ تشکیل دی۔ جس نے تحریک پاکستان میں اساسی کردار ادا کیا۔ مراد آباد میں جمع ہونے والے یہ علماء اور مشائخ مولانا فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ کی زندہ روایت اور عملی جہاد کا حصہ تھے، وہ مولانا فضل حق خیر آبادی جنہوں نے 1857ء کی جنگ آزادی میں جہاد کا فتویٰ دے کر اسے ہر مسلمان پر لازم ٹھہرایا تھا اور اسی جرم کی پاداش میں وہ کالے پانی کی با مشقت سزا کے مستحق ٹھہرائے گئے تھے۔ 1925ء کے بعد 27 تا 30 اپریل 1946ء کی بنارس سنی کانفرنس تحریک پاکستان کا ایک اور اہم باب ہے۔ اور اوراق تاریخ گواہ ہیں کہ سواد عظیم کا یہ ایک یادگار اور تاریخ ساز اجتماع تھا جس میں اعلان کیا گیا تھا کہ اگر مسلم لیگ بھی مطالبہ پاکستان سے دستبردار ہو جاتی ہے تو پھر بھی ہم پاکستان بنا کر ہی دم لیں گے۔ یہ عاشقان رسول کی کتاب زندگی کا ایک روشن باب ہے لیکن افسوس کہ آج تاریخ کی کتابوں میں تحریک پاکستان میں علمائے حق کے جذبول اور دلولوں کی قابل فخر داستان کم کر دی گئی ہے کیونکہ ٹھیکہ فروش مورخین نے تاریخ کو افسانہ اور افسانہ کو تاریخ بنا کر حقیقی تاریخ کا حلیہ بگاڑ دیا۔ حقیقی تاریخ اور حقیقت تاریخ کو سامنے لانا، ایک قرض بلکہ فرض تھا جسے پورا کرنے کے لئے علم و دانش کے آسمان پر چاند کی طرح رعنائیاں نکھیرنے والے پیر زادہ علامہ اقبال احمد فاروقی مسلسل کئی برس ”جہانِ رضا“ کے صفحات پر تحریک پاکستان کی ان کہی کہانی لکھتے رہے اور تاریخ کے حافظے میں سچے حقائق قارئین تک پہنچاتے رہے۔ دھیان، گمان، حیان، عرفان اور وجدان کی دنیا کے باشندے پیر زادہ اقبال احمد فاروقی کے حقائق کشا قلم سے تخلیق ہونے والے انہی مضامین سے استفادہ کرتے ہوئے ڈیوہ غازی خان جیسے دور و بادشہر میں مقیم درویش صفت انسان علامہ جلال الدین احمد ڈیروی علیہ الرحمۃ نے ایک تحقیقی کتاب ”تحریک پاکستان میں علمائے کرام کا کردار“ ترتیب دی جو اس بے ریا، اُجیلے، سچے اور صداقت شعار محقق کی وفات کے بعد حال ہی میں شائع کی گئی ہے۔ 288 صفحات پر مشتمل اس کتاب کا ایک ایک لفظ لوح تاریخ کا درخشاں نوشتہ ہے۔ مکتبہ نبویہ لاہور کی طرف سے شائع کی گئی۔ یہ کتاب تحریک پاکستان میں علمائے حق کے روشن اور تابناک کردار کا حقیقی اور تحقیقی جائزہ ہے۔ یہ کتاب تاریخ کی آواز ہے۔ گئے وقتوں کی اہلی کہانیوں کے عنوان اور روشنی سے ملنے چلتے انسان پیر زادہ علامہ اقبال احمد فاروقی کے دلکش مضامین سے افاد کی گئی۔ اس خوبصورت کتاب کے دامن میں ورق در ورق اور عکس در عکس علماء کرام کی یادیں، باتیں اور ماقائیں جھلکاتی اور ہر صفحے سے ناقابل تردید سچائیوں کا سورج طلوع ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ یہ کتاب تاریخ کا المیہ ہے، جس کا صفحہ صفحہ تحریک پاکستان کی تصویروں سے سجا ہوا ہے۔ 77 بہت فکر کے قیام اور خرمیت لفظ کے امین علامہ جلال الدین احمد ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دلآویز کتاب ترتیب دے کر تاریخ کی عدالت میں قلمی شہادت پیش کی ہے اور قارئین کو بتایا ہے کہ تاریخ کے ماتھے پر ہمیشہ جگمگ جگمگ کرنے والے علمائے حق نے کبھی مفاد کے بازار میں اپنی دستاویز نہیں بیچی، اس لئے وقت کے کٹہرے میں علمائے اہل سنت تابدہ تابدہ جبکہ کانگریسی علماء شرمندہ شرمندہ رہیں گے۔ اس کتاب کی اشاعت سے مخالفانہ بلکہ منافقانہ پروپیگنڈے سے اٹھائے ہوئے گرد و غبار میں سے تاریخ کا صاف اور شفاف چہرہ پوری طرح نکھر کر سامنے آ گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ خوش ذوق قارئین یہ کتاب شوق کی آنکھوں سے پڑھیں گے اور انہیں تسکین قلب و نظر کا سامان ضرور میسر آئے گا۔ میں اس کتاب کی اشاعت پر یکبر جمال و کمال، شعلہ خرم سوز، شرارہ آتش افروز، مقبول دعاؤں جیسے حضرت پیر زادہ علامہ اقبال احمد فاروقی کو دل، دماغ اور روح کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ کتاب کی قیمت 250 روپے ہے اور مکتبہ نبویہ گلشن روڈ لاہور (042-7213562) سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

داناگی کی باتیں اشعار میں

ہے نردوں کو بیش اور اچھوں کو ہے دنیا میں رنج
توڑتا ہے کل کو کھنچ چھوڑتا ہے خار کو

فطرت کو ناپسند ہے سختی زبان میں
پیدا ہوئی نہ اس لئے ہڈی زبان میں
چھپتی نہیں ہے بات بناوٹ کی بال بھر
کھل جاتی ہے اخیر کو رنگت خضاب کی

جو مرتے بادشاہ ہو کر تو ترنیں کچھ نہیں ہوتی
یہی وہ گز کفن ہوتا ، یہی وہ گز زمیں ہوتی
عہد طول ازل ہے یہ پنہاں ہو گا نہیں ہو گا
نہیں ہے دور وہ ساعت کہ تو زہر زمیں ہو گا

غافل یہاں کے لذت و آرام پر نہ جا
دنیا میں ہائے بہت ہے ، مرے کے بعد

جو ہے جری بنجگم خدا لازوال ہے
شہباز ہے حرام کبوتر حلال ہے

نہ رنج رفتاں کر رفت رفت
پہنچ جائے گا تو بھی کارواں تک

خدا کی یاد میں دیائے دوں سے منہ جو موڑے ہیں
وہی انسان اچھے ہیں مگر افسوس تھوڑے ہیں

زندگانی بھی ایک وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

عزیز اسباب ساتھی دم کے ہیں سب چھوٹ جاتے ہیں
جہاں یہ تار ٹوٹا سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں

شعلہ تھا عہد جوانی از گیا
برف تھا بیگم بھری تم رہا

ایک انگوٹھا ہے اس کے ساتھ ہیں چار انگلیاں
اس طرح اُل مرد ہو سکتا ہے شوہر چار کا

ہم نے خدا کو پہچانا۔۔۔۔۔ مگر ان کا حق ادا نہ کیا۔

ہم نے قرآن مجید پڑھا۔۔۔۔۔ مگر اس پر عمل نہ کیا۔

ہم نے محبت رسول ﷺ کا دعویٰ کیا۔۔۔۔۔ مگر ان کی سنت پر عمل نہ کیا۔

ہم نے عداوت شیطان کا دعویٰ کیا۔۔۔۔۔ مگر اس کی مخالفت نہ کی۔

ہم نے خدا کی نعمتیں کھائیں۔۔۔۔۔ مگر اس کا شکر ادا نہ کیا۔

ہم نے جنت کو چاہا۔۔۔۔۔ مگر اس میں جانے کی تیاری نہ کی۔

ہم نے جہنم سے پناہ مانگی۔۔۔۔۔ مگر خود ہی اپنے نفس کو اس میں ڈال دیا۔

ہم نے موت کو حق جاننا۔۔۔۔۔ مگر اس کے لئے تیاری نہ کی۔

ہم نے اپنے بھائیوں کی عیب جوئی کی۔۔۔۔۔ مگر اپنے عیب نہ دیکھے۔

ہم نے مُردوں کو دفن کیا۔۔۔۔۔ مگر موت سے عبرت حاصل نہ کی۔

قرآن میں استعمال ہونے والے حروف کی تعداد

الف	48872	ط	1277
ب	11428	ظ	842
ت	1099	ع	922
ث	1276	غ	2208
ج	3373	ف	8499
ح	3793	ق	6812
خ	2416	ک	9500
د	5602	ل	30433
ذ	4677	م	2650
ر	11793	ن	45190
ز	1590	و	25536
س	5891	ہ	19070
ش	2253	ء	4720
ص	2013	ی	45919
ض	1607		

منجانب: عبدالجید مغل اسلام آباد

قائد اہل سنت قبلہ علامہ

سید ریاض حسین شاہ صاحب

کو حرمین شریفین کی حاضری پر

ہدیہ تبریک

پیش کرتے ہیں

منجانب
صاحبزادہ حسانات احمد مرتضیٰ
(جرمنی)

300 نئے انداز ہی مادی مسائل جرائد پر مشتمل پانچوں صوبوں اور آزاد کشمیر پر مشتمل
کونسل آف جرائد اہل سنت پاکستان کے زیر اہتمام



2 دوزہ

مہینہ یاور کشاپ اہل سنت پاکستان نمائش سالہ جرائد پنجاب

19-20 جون 2010 بروز ہفتہ، اتوار

بمقام جامعہ نعیمیہ

ورکشاپ میں پنجاب بھر سے معروف علماء مشائخ سینئر صحافی،
پروفیسرز، ڈاکٹرز، وکلاء اور اسکالرز مقالہ جات پیش کریں گے

2009 میں طباعت و اشاعت انجمنیاری تجاویز کے اعتبار سے بہترین رسائل و جرائد کو یادگاری شیلڈ دی جائیں گی

0323-43234793

مدیر سہیل محمد شہید الحق نقشبندی

0333-4254340

مدیر محمد نسیم طاہر رضوی

0334-9421104

مدیر سہیل محمد شہید الحق نقشبندی

0333-4227100

مدیر سہیل محمد شہید الحق نقشبندی

کونسل آف جرائد اہل سنت پاکستان
دفتر: شہزاد منزل
دہلی ڈو، لاہور، کینٹ

مسلمانوں کو فطرت بشری کے ساتھ جینے کی بجائے اسوہ حسنہ کے سائے میں پناہ لینی چاہئے۔ ٹو کے خان، بھلی بی بی اور قہرمان خان بننے کے لئے کمزوریوں اور معصیتوں کے حصار میں نہیں آنا چاہئے۔ جس پاک ذات اور قدسی صفات ہستی نے رحمت و شفقت سے دنیا کو نمونہ جنت بنا دیا تھا اس کی ارض جنت کو قتل و غارت اور وحشت و دہشت سے جہنم زار نہیں بنانا چاہئے۔ جن مسلکوں کے پیڑوں سے ایسے گندے کیڑے پیدا ہو رہے ہیں انہیں فکر و نظر کے حوالے سے معدہ تطہیری کے لئے کسی روحانی مستشفیٰ کا رخ کرنا چاہئے۔ دنیا میں عدل و فضل اور مہر و شفقت کی عمل داری کے لئے رحمۃ اللعالمین ﷺ کی سنت حسنہ اپنانی چاہئے۔

گفتنی و ناگفتنی سے ایک اقتباس

منجانب: ڈاکٹر محمد آصف

یہی تو ہے ناس جس پر آپ اعتماد کرتے ہیں

ناس بیکرز اینڈ سویٹ ہاؤس

پروپرائیٹر: نعیم برادران

شامی پارک فیزبرگ نہر چوگی امرسدھولا ہور

فون: 5823188

برانچز:

چوک عظیم خانہ لاہور فون: 7572467

نزد نیشنل بینک، کابھہ، لاہور فون: 5276404-5

انوان مارکیٹ فیروز پور روڈ لاہور فون: 5826994

جید اسلامیت، عظیم مولانا محمد نور اللہ نعیمی دکن مواعظ کا

انٹھانیسواں سالانہ

عمر مبارک

مرکزی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کا

سالانہ اجلاس

زیر صدارت:

جانشین نقیہ عظیم صاحبزادہ مفتی محمد مصطفیٰ اللہ نوری مدظلہ العالی

مؤرخہ: 14-15 جون 2010ء، پروردگار، منگل۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

خصوصی دعا: 15 جون، منگل، ایک بجے شب

ہم مقام دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف ضلع اوکاڑا

فون: 044-4771014، 044-4321088، فیکس: 0300

ایمان اور عقیدہ کبھی مرا نہیں کرتے، ایسی انسانی روحیں جو عظمتوں کے عرش پر بوسہ زن ہونے کی خواہش رکھتی ہوں انہیں یہ شعور بیدار کرنا چاہئے کہ رفعتوں کے آسمان تک اسلام کی سیڑھی بغیر چڑھنا امر محال ہے۔ یاد رکھو! جب ہر حوالہ مشکوک ہو جائے، جب ہر منصوبہ بندی تاریک پڑ جائے اور ہر مسیحا بے اعتبار ٹھہرے، اُس وقت سے درس ضرور لینا جب مقدس خون کو خاک میں ملانے والے کعبہ کو بھی ڈھا چکیں تو ایک تدبیر پابہ زنجیر زین کی آواز سے ابھرے گی اور وہ تمہیں بتائے گا ایمان اور عقیدہ ہر زمانے میں آزاد ہوتے ہیں۔

گفتنی و ناگفتنی سے ایک اقتباس

منجانب: سید آٹو مو بلز

بابو بازار، صدر بازار راولپنڈی، فون: 5566544, 5563743